بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم　　نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

جماعت احمدیہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

اخبار احمدیہ

لندن

دسمبر ۲۰۲۲ء　　جمادی الاول، جمادی الثانی، ہجری قمری ۱۴۴۴　　فتح، ہجری شمسی ۱۴۰۱　　شمارہ ۵









مسرور آئی انسٹیٹیوٹ، برکینا فاسو



”اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 558-557 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)



فہرست مضامین

صفحہ

امیر جماعت برطانیہ
رفیق احمد حیات

مبلغ انچارج
عطاء المجیب راشد

نگران
منصور احمد شاہ

مدیر اعلیٰ
ولید احمد

ادارتی بورڈ
لطیف احمد شیخ، مبارک صدیقی، رانا عبدالرزاق خاں

پروف ریڈنگ
افضال ربانی

ٹائپ سیٹنگ
لطیف احمد شیخ

میگزین ڈیزائن
اظہر مانی

سرورق ڈیزائن
مرزا ندیم احمد

ایڈیٹر انگریزی
احد بھنو ، عابد احمد

میگزین ڈیزائن
مرزا ندیم احمد

ترجمہ - شیخ رفیق احمد

پروف ریڈنگ
محمود احمد

مینیجر - شیخ طاہر احمد

ترسیل
رفیق صالح ناصر، ابراہیم خان، ارسلان توقیر ملک، دانیال احمد صدیقی، مبشر شہزاد، عادل عرفان، وقار خالد، ولید احمد ، جلیس حامد، یاسر احمد، اویس احمد ، تصدق خان ، کامل محمود، عادل محمود ۔

قال اللہ تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿56﴾

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اورنیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیاہے کہ اُنہیں ضرورزمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کوخلیفہ بنایااوراُن کے لئے اُن کے دین کو، جواُس نے اُن کے لئے پسند کیا،ضرورتمکنت عطاکرے گااوراُن کی خوف کی حالت کے بعدضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے۔میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گے۔
اورجواُس کے بعدبھی ناشکری کرے تویہی وہ لوگ ہیں جونافرمان ہیں۔

(سورہ النور ۵۶ ترجمہ ازحضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ قائم رہے پھر اللہ اس کواٹھالے گا، پھرخلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی اورجب تک اللہ چاہے گایہ رہے گی پھراللہ اس کوبھی اٹھالے گا، پھرکاٹنے والی حکومت آئے گی اورجب تک اللہ چاہے گایہ رہے گی پھراللہ اس کوبھی اٹھالے گا، پھرظلم وزیادتی والی حکومت قائم ہوگی اورجب تک اللہ چاہے گا قائم رہے گی پھراللہ اس کوبھی اٹھالے گا، اس کے بعدخلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔‘‘

(مسند احمد ۲۷۳/۴۔مشکوۃ باب الانذار التحذیر)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خداتعالیٰ دوقدرتیں دکھاتاہے تامخالفوں کی دوجھوٹی خوشیوں کوپامال کرکے دکھلادے۔سواب ممکن نہیں ہے کہ خداتعالیٰ اپنی قدیم سنت کوترک کردیوے اس لئےتم میری اس بات (یعنی وفات کی خبر) سے جومیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہواورتمہارے دل پریشان نہ ہوجائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کابھی دیکھناضروری ہےاوراس کاآناتمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کاسلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔اوردوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا توپھرخدااس دوسری قدرت کوتمہارے لئے بھیج دے گا۔جوہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔‘‘ (الوصیت صفحہ ۳۰۵)

اداریہ

غلبہ اسلام کے لئے خلافت کا وجود نہایت ناگزیر ہے۔آج کل کے دور میں جب کہ خود اسلام کئی فرقوں میں بٹا ہوا ہے اور دیگر مختلف مذاہب کے پیروکار جو اپنے مذاہب کی تعلیمات کو تو چھوڑ چکے ہیں لیکن اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کارروائیوں میں یہ سب مل کر اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔یہی وہ وقت ہے جب عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو ایک سہارے کی سخت ضرورت ہے اور جو خلافت کی صورت میں الحمدللہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔بدقسمتی سے اس وقت دنیا کے موجودہ حالات خصوصاً عالم اسلام میں ایک امام کی خلافت ہر صورت میں بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔کئی اسلامی حکومتیں اور ایسی تنظیمیں بھی ہیں جن کا مقصد ہی مسلمانوں میں خلافت کا قیام ہے اور وہ ایک عرصہ سے مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان بات چیت کر کے ایک خلافت بنانے جا رہے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور خلافت نبوت کا تتمہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہم وہ خوش نصیب ہیں کہ ہمارے سروں پر خلافت کا سایہ موجود ہے۔دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف قوموں، رنگ، نسلوں اور قومیتوں کے لوگ جنہیں احمدیت میں شمولیت کی سعادت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت سے گہری دلی وابستگی رکھتے ہیں۔اور خلیفہ وقت کی ایک آواز پر لبیک کہنے کی روح رکھتے ہیں۔یہی وابستگی واطاعت، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق بخشتی ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔اطاعت وفرمانبرداری کا مزید اعلیٰ معیار ہم میں بھی پیدا ہو سکتا ہے اگر خلافت کے ساتھ ہمارا رشتہ مضبوط ہو۔محبوب کی محبت اور گہری وابستگی ہی اُس کا حقیقی فرمانبردار اور اطاعت شعار بنا سکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے کہ کسی وقت بھی شیطان ہم پر حملہ نہ کرے۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ دادا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے کی توفیق دی یا ہمیں آپ کو ماننے کی توفیق دی یہ اس کا احسان ہے اور اس احسان کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے ہمیں مستقل اپنے ایمان کو بڑھانے اور ایمان پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم میں سے ہر ایک اس فیض سے بھی حصہ پاتا رہے جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی فرمایا یعنی خلافت کا نظام۔پس اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے کہ کس قدر ہم خلافت سے اپنے آپ کو جوڑنے والے ہیں تا کہ ہم خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو ایک ہو کر دنیا میں قائم کرنے والے ہوں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ مئی ۲۰۲۲ء)

خلافت سے حقیقی وابستگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی، خواہشات، تدبیروں، ارادوں اور آرزوؤں کو خلیفہ وقت اور اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مرضی وخواہشات کے تابع کر دیں۔اپنے نفس پر قابو پا کر اگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے تو آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی ہر کامیابی ہمارے قدموں میں ہوگی۔اِنشاءاللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین



خلاصہ خطباتِ جمعہ

فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(خلاصہ خطباتِ جمعہ ادارہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

جلسہ سالانہ برطانیہ کے کارکنان کا شکریہ
اور غیروں اور اپنوں کے تاثرات

۱۲/اگست ۲۰۲۲ء بمطابق ۱۲/ظہور ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں گذشتہ ہفتہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضل ہم نے ان تین دنوں میں دیکھے۔ اس سال کووڈ کی وبا کی وجہ سے آخری مہینے میں یہ فیصلہ ہوا کہ برطانیہ کے تمام احمدیوں کو جلسہ میں شمولیت کی اجازت دی جائے۔ اس فیصلہ پر شروع میں تو انتظامیہ کچھ پریشان تھی لیکن بہرحال پھر انہوں نے تیاری شروع کی اور جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو برستے دیکھا۔ جلسہ کا بڑا انتظار ہوتا ہے لیکن پھر جب جلسہ شروع ہوتا ہے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تین دن کس طرح پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ اس سال لوگوں کو بھی مختلف حوالوں سے بعض تحفظات تھے۔ لوگ خود بھی بہت دعائیں کر رہے تھے۔ مَیں بھی دعائیں کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام تحفظات اور خوفوں کو امن میں بدل دیا۔

حضور انور نے جلسے کے حوالے سے فرمایا کہ پہلے تو مَیں تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے جلسہ کی تیاری سے لے کر وائنڈ اپ تک بے لوث ہو کر کام کیا اور اب تک وائنڈ اپ کا کام کر رہے ہیں ۔ پھر جلسہ کے دوران مختلف شعبہ جات میں کارکنان اور کارکنات نے عموماً اپنی صلاحیتوں کے مطابق اچھا کام کیا جس کے لیے تمام شاملین کو شکرگزار ہونا چاہیے۔ یہی اسلامی اخلاق ہے کہ جس سے تمہیں کسی رنگ میں بھی فائدہ ہو، تمہارے کوئی کام آئے تو اس کا شکریہ ادا کرو اور بندوں کی شکرگزاری ہی اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کی طرف لے کر جاتی ہے۔ ایم ٹی اے نے بھی بہت اچھی کوریج دی ہے۔ اس دفعہ انہوں نے سٹوڈیو بھی تمام کا تمام خود تیار کیا ہے اور اس سے کئی ہزار پاؤنڈ کی بچت بھی ہوئی۔ اس سال یہ بھی تھا کہ بہت سے ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں کو جلسہ کی کارروائی کے دوران ملا دیا جس سے یہاں بیٹھے ہوئے لوگ بھی دوسرے ملکوں میں بسنے والے اپنے بھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ایک وحدت تھی جس کا نظارہ ہم نے ایم ٹی اے کے کیمرے کی آنکھ کے ذریعہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ایم ٹی اے کے کارکنان اس بات پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کی اکائی کو ایم ٹی اے کے ذریعہ تمام دنیا کو دکھا کر مخالفین کے منہ بند کیے۔

حضور انور نے جلسے کے حوالے سے بعض غیروں اور اپنوں کے تاثرات پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ جلسہ کے موقع پر 126 پیغامات دنیا بھر کے مختلف سیاستدانوں اور لیڈروں کی طرف سے ملے۔ لائیو سٹریمنگ کا انتظام 53 ممالک میں تھا اس کے ذریعہ 53 ممالک کے لوگ یوکے جلسہ میں شامل ہوئے اور یورپ میں بھی، افریقہ میں بھی، ایشیا میں بھی اور ان ترپن ملکوں میں اسّی



مقامات تھے جہاں کے لوگ شامل ہوئے۔ پریس اور میڈیا کی جو کوریج ہے اس سال بی بی سی، آئی ٹی وی، میٹرو، ایل بی سی، بی بی سی ریڈیو سرے، بی بی سی ساؤتھ ٹوڈے، بی بی سی نیوز ویب سائٹ وغیرہ نے بڑی کوریج دی۔ مختلف ٹی وی چینلز پر بتیس پروگراموں میں جلسہ سالانہ کو کور کیا گیا۔ ان ٹی وی چینلز کو دیکھنے والوں کی تعداد بارہ ملین سے زائد ہے۔ ریڈیو سٹیشنز پر تینتیس پروگراموں میں جلسہ سالانہ یوکے کا ذکر ہوا۔ ان ریڈیو سٹیشنز کو سننے والوں کی تعداد ایک ملین سے زائد ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ سے بعض میڈیا آؤٹ لٹس، صحافی حضرات اور پبلک فگرز نے جلسہ کے حوالے سے میسج وغیرہ دیے جن کی پہنچ بارہ ملین سے زائد افراد تک ہے۔ پریس اینڈ میڈیا کی ٹیم نے ویڈیو بنا کر بھی سوشل میڈیا پر ڈالیں جن کی پہنچ دو لاکھ چونتیس ہزار افراد سے زائد تھی۔ ان تمام کو ملا کر 57.5 ملین سے زائد افراد تک جلسہ کی کوریج ہوئی۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے بیشمار پھل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے۔ آئے ہوئے واقعات جو ہیں اور جو تاثرات ہیں جیسا کہ میں نے کہا ان میں سے چند مثالیں میں نے پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کے ایمان و ایقان میں ترقی دے اور جلسہ کے اثرات دائمی ہوں اور وقتی نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں ملک شام کی فتوحات کا تذکرہ

۱۹؍اگست ۲۰۲۲ء بمطابق ۱۹؍ظہور ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ بدری صحابہ کے ذکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا ذکر چل رہا تھا اور آپؓ کے دور میں جو واقعات ہوئے ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں شام کی طرف جو پیش قدمی ہوئی اس بارے میں آج ذکر ہوگا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ باغی مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے اور عرب مستحکم ہو گیا تو آپؓ نے بیرونی جارحیت کے مرتکب مخالفین میں سے اہلِ روم سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا؛ مگر ابھی تک کسی کو اس سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ آپؓ ابھی اسی غور و فکر میں لگے ہوئے تھے کہ اسی دوران حضرت شُرَحبیل بن حَسَنہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مَیں نے خواب دیکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خواب سن کے فرمایا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اور اچھا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

حضور انور نے فرمایا کہ ملک شام کی فتوحات کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت خالد بن سعیدؓ کو روانہ فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت کے

مطابق حضرت ابوبکرؓ جب حج کر کے واپس مدینہ تشریف لائے تو تیرہ ہجری میں آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو ایک لشکر کے ہمراہ شام کی طرف روانہ فرمایا جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تھا اسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلا جھنڈا جو شام کی فتح کے لیے لہرایا گیا وہ حضرت خالد بن سعیدؓ کا تھا۔ اس کے علاوہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے خلاف گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے تھے تو اس وقت ہی آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے تَیماء جانے کا حکم دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو بھرتی کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور صرف ان سے جنگ کرنا جو تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ میری طرف سے کوئی اَور حکم آ جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت عکرمہؓ اور حضرت ذُوالکلاعؓ اسلامی لشکروں کو رومیوں کے چنگل سے بچا کر واپس شام کی سرحدوں پر لے آئے ہیں اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سلسلہ میں چار بڑے لشکر تیار کیے جنہیں شام کے مختلف علاقوں کی جانب روانہ کیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک لشکر یزید بن ابوسفیانؓ کا تھا۔ ان کے ذمہ دمشق پہنچ کر اس کو فتح کرنا اور دیگر تین لشکروں کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا تھا۔ دوسرا لشکر شُرَحبیل بن حَسَنہؓ کا تھا۔ آپؓ کو یہ حکم فرمایا کہ تبوک اور بَلقاء جائیں اور پھر بُصریٰ کا رخ کریں اور یہ آخری منزل ہو۔ تیسرا لشکر ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کا تھا۔ آپؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر کی تعداد سات ہزار تھی جبکہ ایک روایت کے مطابق آپؓ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ راستے میں گزرتے ہوئے بلقاء کی ایک بستی مَاب کے پاس سے گزرے۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا بلکہ خیموں کی ایک بستی تھی۔ وہاں کے لوگوں سے آپؓ کی جنگ ہوئی مگر پھر ان لوگوں نے آپؓ سے صلح کی درخواست کی جس پر آپؓ نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔ یہ سب سے پہلی صلح تھی جو شام کے علاقے میں ہوئی۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ ذکر باقی ہے اور آئندہ چلتا رہے گا۔ پھر فرمایا کہ اس وقت میں ایک شہید کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ہمارے شہید نصیر احمد صاحب ہیں جو عبدالغنی صاحب کے بیٹے تھے۔ ربوہ میں دارالرحمت شرقی میں رہتے تھے۔ بارہ اگست کو ایک معاندِ احمدیت نے خنجروں کے وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کا بھی حامی و ناصر ہو۔ ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی ان کی اولاد کو بھی توفیق دے۔ نماز کے بعد میں ان شاء اللہ ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں ملک شام کی فتوحات کا تذکرہ

۲۶؍اگست ۲۰۲۲ء بمطابق ۲۶؍ظہور ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شام کی طرف بھیجے ہوئے لشکروں کا ذکر ہو رہا تھا جو دشمن کو جارحیت سے روکنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ تین کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ چوتھا لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ شام جانے سے قبل قضاعہ کے ایک حصہ کے صدقات کی تحصیل کے لیے مقرر تھے۔ جبکہ قضاعہ کے دوسرے نصف حصہ کی صدقات کی تحصیل کے لیے حضرت ولید بن عقبہؓ مقرر کیے گئے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے شام کی جانب مختلف لشکر روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ان کی خواہش تھی کہ

حضرت عمرو بن عاصؓ کو شام کی طرف بھیجیں لیکن ان کے کارناموں کی وجہ سے، حضرت عمروؓ کے کارناموں کی وجہ سے جو انہوں نے فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لیے انجام دیے تھے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں یہ اختیار دیا کہ خواہ وہ قضاعہ میں ہی مقیم رہیں یا شام جا کر وہاں کے مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپؓ کی فوج چھ سات ہزار کے درمیان تھی اور ان کی منزلِ مقصود فلسطین تھی۔ حضرت عمروؓ نے ایک ہزار مجاہدین پر مشتمل دستہ تیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی قیادت میں روم کی جانب پیش قدمی کے لیے روانہ کیا۔ یہ دستہ رومیوں سے جا ٹکرایا اور دشمن کی قوت کو پارہ پارہ کر کے ان پر فتح حاصل کی اور بعض قیدیوں کے ساتھ واپس ہوا۔

حضور انور نے فرمایا کہ شاہِ روم ہرقل ان دنوں فلسطین میں تھا۔ جب اسے مسلمانوں کی تیاریوں کی خبریں ملیں تو اس نے علاقے کے سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے جوشیلی تقریریں کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خط میں وہاں کے حالات لکھتے ہوئے مدد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہاشم بن عتبہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ مسلمانوں نے مجھے خط لکھ کر اپنے دشمن کفار کے مقابلے میں مدد طلب کی ہے تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے پاس جاؤ۔ میں لوگوں کو تمہارے ساتھ جانے پر تیار کر رہا ہوں۔ لوگ ہاشم بن عتبہؓ کے پاس جمع ہونے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی۔ جب ایک ہزار ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ ہاشم نے حضرت ابوبکرؓ کو سلام کیا اور الوداع کہا۔

حضرت خالدؓ کی عراق سے شام کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کا خط حضرت خالدؓ کو ملا تو اس کی مختلف روایات ہیں کہ وہ آٹھ سو یا چھ سو یا پانچ سو یا ہزاروں میں بھی ہیں، نو ہزار تک بھی ہے یا چھ ہزار کی بھی۔ یہ جمعیت لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ روایتوں میں سینکڑوں میں بات آتی ہے، کچھ میں ہزاروں میں۔ بہرحال وہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس جنگ میں تین ہزار رومی مارے گئے اور ان کا شکست خوردہ لشکر دیگر کئی شہروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اَجنادَین کی جنگ کے بارے میں یہ بھی ابہام ہے کہ یہ کب ہوئی؟ بہرحال ہمارے جو تحقیق کرنے والے ہیں ان کی جو تحقیق ہے اور ان کا یہ خیال ہے اور یہ خیال صحیح لگتا ہے کہ غالب امکان یہی ہے کہ اجنادین کے مقام پر دو مرتبہ جنگ ہوئی ہو۔ پہلی بار حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں اور دوسری بار حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں، کیونکہ بعض کتب تاریخ میں دونوں مواقع پر اسلامی افواج الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ تیرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور پندرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاصؓ تھے۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے، واللہ اعلم۔

حضور انور نے آخر میں فرمایا کہ فتح دمشق کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ وہ ان شاء اللہ آئندہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح دمشق کی تفصیلات کا تذکرہ

۲؍ستمبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۲؍تبوک ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی جنگوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں فتح دمشق جو تیرہ ہجری میں ہوئی اس کے بارے میں کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں۔ یہ آخری جنگ تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ارشاد پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق پہنچ کر دوسرے اسلامی لشکر کے ساتھ اس کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کا محاصرہ جاری تھا کہ بُصریٰ سے حضرت عَبّاد بن سعیدؓ حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ رومیوں کا نوّے ہزار کا لشکر بمقام اجنادَین جمع ہوا ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا لشکر ملک شام میں متفرق مقامات میں

منتشر ہے۔ لہٰذا ان تمام کو خط لکھ دو کہ وہ ہمیں اجنادَین میں آملیں اور ہم بھی اب قلعہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادَین کی جانب کوچ کریں گے۔ حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ ختم کر کے اجنادَین کی طرف لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب اسلامی لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو لشکر کو کوچ کرتے دیکھ کر اہلِ دمشق خوشی سے اچھلنے کودنے لگے اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اہلِ دمشق جتنے بھی لوگ تھے وہ ایک شخص کے پاس جمع ہو گئے جس کا نام بُولص تھا۔ اور وہ اس سے قبل کسی بھی جنگ میں صحابہ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ شخص ہِرَقل کا نہایت معتمد اور اعلیٰ درجہ کا تیر انداز تھا۔ اہل دمشق نے اس کو امیر بنایا اور ہر قسم کا لالچ دے کر جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ نیز انہوں نے اس بات کی قسمیں کھائیں کہ وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور جو بھی ان میں سے میدان چھوڑے گا تو آپ کو اختیار ہو گا کہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں۔ بُولص نہایت تیزی سے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل لشکر لے کر مسلمانوں کے پیچھے ان کے مقابلہ کے لیے نکل گیا۔ مسلمانوں نے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔ جو بچ گئے وہ دمشق بھاگ گئے۔ جب حضرت خالدؓ واپس لوٹے تو بُولص کو بلایا اور اس کو اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام قبول کرو ورنہ تیرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تیرے بھائی کے ساتھ کیا گیا۔ بُولص نے کہا میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ خالدؓ نے فرمایا اس کو قتل کیا ہے۔ بُولص نے اپنے بھائی کا انجام دیکھ کر کہا کہ اب زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے۔ مجھے بھی بھائی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اجنادَین کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو دمشق کی جانب دوبارہ کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ دمشق کا خیال تھا کہ سردیوں کی شدت میں مسلمان طویل محاصرہ کی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے لیکن مسلمانوں نے حالات کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق میں داخل ہونے کی تدبیر یہ نکالی کہ چند رسیوں کو اکٹھا کیا تاکہ فصیل پر چڑھنے اور دمشق میں اترنے کے لیے ان میں پھندا لگا کر سیڑھیوں کا کام لیا جا سکے۔ اس طرح اسلامی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں۔ حضرت خالدؓ کی فوج مشرقی دروازے پر قابض ہو گئی تو رومیوں نے گھبراہٹ میں حضرت ابوعبیدہؓ سے مغربی دروازے پر صلح کی درخواست کی حضرت ابوعبیدہؓ نے خوش دلی سے صلح کو منظور کر لیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اگرچہ دمشق کا کچھ حصہ لڑ کر فتح کیا تھا لیکن چونکہ حضرت ابوعبیدہؓ نے صلح منظور کر لی تھی اس لیے مفتوحہ علاقے میں بھی صلح کی شرائط تسلیم کی گئیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہاں یہ واضح ہو کہ دمشق کی فتح کو بعض مؤرخین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بیان کرتے ہیں لیکن دمشق کا یہ معرکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں شروع ہو چکا تھا۔ البتہ اس کی فتح کی خبر جب مدینہ بھیجی گئی تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ تو یہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے کی آخری جنگ تھی۔ آئندہ انشاء اللہ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے جو باقی پہلو ہیں وہ بیان ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے کچھ واقعات کا تذکرہ

۹ رستمبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۹ رتبوک ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے کچھ واقعات ہیں جو بیان کروں گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ کی کتب کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات جب قریب آئی تو آپؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ میں کس کو خلیفہ مقرر کروں۔ اکثر صحابہ نے اپنی رائے حضرت عمرؓ کی امارت کے متعلق ظاہر کی اور بعض نے صرف یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر تشدد کریں۔ آپؓ نے فرمایا یہ سختی اسی وقت تک تھی جب تک ان پر ذمہ داری نہیں پڑی تھی اب جبکہ ایک ذمہ داری ان پر پڑ جائے گی تو ان

کی سختی کا مادہ بھی اعتدال کے اندر آجائے گا۔ چنانچہ تمام صحابہ حضرت عمرؓ کی خلافت پر راضی ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی صحت چونکہ بہت خراب ہو چکی تھی، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی اسماء کا سہارا لیا اور ایسی حالت میں جبکہ آپؓ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے آپؓ مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بہت دنوں تک متواتر اس امر پر غور کیا ہے کہ اگر میں وفات پا جاؤں تو تمہارا کون خلیفہ ہو۔ آخر بہت کچھ غور کرنے اور دعاؤں سے کام لینے کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دوں۔ سو میری وفات کے بعد عمرؓ تمہارے خلیفہ ہوں گے۔ سب صحابہؓ اور دوسرے لوگوں نے اس امارت کو تسلیم کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت ہو گئی۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں ذکر ہے کہ آپؓ کی چار بیویاں تھیں۔ نمبر ایک قُتَیلہ بنت عَبدُ العُزّٰی۔ نمبر دو حضرت اُم رُومَان بنت عامرؓ تھیں۔ تیسری حضرت اَسماءؓ بنت عُمَیس بن مَعبَد بن حارِث تھیں۔ چوتھی بیوی حضرت حَبِیبہ بنت خَارِجہ بن زید بن ابوزُہَیر تھیں۔ اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ پہلے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ تھے۔ آپؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے موقع پر اہم کردار تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ تیسرے بیٹے تھے۔ بعض روایات میں حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے والوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ آپؓ کے بچوں میں سے چوتھی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ہیں۔ آپؓ ذات النطاقین کے نام سے مشہور ہیں۔ پانچواں بچہ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ تھیں۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپؓ خواتین میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ چھٹی اولاد ام کلثوم بنت ابوبکرؓ تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کی ولادت ہوئی۔

حضور انور نے حضرت ابوبکرؓ کے نظام حکومت۔ بیت المال کا قیام۔ محکمہ قضا کا نظام۔ محکمہ افتا اور فوج کا محکمہ کے بارے میں بیان کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی جانب سے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو شام کی جنگ کے لیے بھیجتے ہوئے کی جانے والی نصائح کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا ذکر میں پہلے بھی پچھلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔ یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ یاد رکھنے والی ہیں۔ ہر عہدیدار کے لیے یاد رکھنے والی ہیں۔ ان میں سے بعض باتیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا علاوہ فوجی افسروں کے ہمارے عہدے داروں کے لیے بھی ضروری ہیں جس کا انہیں خیال رکھنا چاہیے تبھی کام میں برکت پڑے گی۔ یہ خلاصہ میں دوبارہ جیسا کہ پہلے کہا ہے اس لیے بیان کر رہا ہوں تا کہ عہدیداروں کو یاد رہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے مختلف علاقوں، شہروں اور قصبوں میں جو گورنرز اور امراء مقرر کیے تھے ان کی مختلف ذمہ داریاں اور ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ امراء اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت اور نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان امراء نے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مفتوحہ علاقوں اور مرتد اور باغی ہو جانے والے علاقوں میں اسی تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔

حضور انور نے آخر میں فرمایا کہ یہ ذکر چل رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی بیان ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے کارناموں کا ذکر

۱۶ رستمبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۱۶ رتبوک ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے کارناموں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں ذِمیوں کے حقوق کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ ذمی وہ لوگ تھے جو اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر کے اپنے مذہب پر قائم رہے اور اسلامی حکومت

نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے برعکس فوجی خدمت سے بری تھے اور زکوٰۃ بھی ان پر عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے جان و مال اور دوسرے انسانی حقوق کی حفاظت کے بدلے ان سے ایک معمولی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے عرف عام میں جزیہ کہتے ہیں۔ اس کی مقدار صرف چار درہم فی کس سالانہ تھی اور یہ صرف بالغ، تندرست اور قابلِ کار افراد سے وصول کیا جاتا تھا۔ بوڑھے، اپاہج، نادار، محتاج اور بچے اس سے بری تھے بلکہ معذوروں، محتاجوں کو اسلامی بیت المال سے مدد دی جاتی تھی۔

حضور انور نے فرمایا کہ جمعِ قرآن حضرت ابوبکرؓ کے عہد زریں کا بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ جنگِ یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق حفاظ شہداء کی تعداد سات سو تک بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جلد میں جمع کر دیا گیا اور بعد میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مزید پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام عرب بلکہ تمام مسلم دنیا کو ایک قرأت پر جمع کر دیا گیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے جو کام سرانجام دیے یا جو کارنامے سب سے پہلے ان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں انہیں اوّلیاتِ ابوبکرؓ کا نام دیا گیا ہے۔ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ دوسرے یہ کہ مکہ میں آپؓ نے اپنے گھر کے سامنے سب سے پہلے مسجد بنائی۔ تیسرا یہ کہ مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں سب سے پہلے قریش مکہ سے قتال کیا۔ چوتھا یہ کہ سب سے پہلے متعدّد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی پاداش میں ظلم و ستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کیا۔ پانچواں یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کیا۔ چھٹا یہ کہ سب سے پہلے انہوں نے قرآن کا نام مُصحَف رکھا۔ ساتواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ راشد قرار پائے۔ آٹھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے امیر الحج مقرر ہوئے۔ نواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے نماز میں مسلمانوں کی امامت کی۔ دسواں یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ گیارہ یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا مسلمانوں نے وظیفہ مقرر کیا۔ بارھواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ جنہوں نے اپنا جانشین نامزد کیا۔ حضرت عمرؓ کو آپؓ نے نامزد فرمایا تھا۔ تیرھواں یہ کہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی بیعتِ خلافت کے وقت ان کے والد حضرت ابوقحافہ زندہ تھے۔ چودھواں یہ کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام میں کوئی لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ پندرھواں یہ کہ سب سے پہلے شخص جن کی چار پشتوں کو شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ ان کے والد صحابی حضرت ابوقحافہؓ، حضرت ابوبکرؓ خود صحابی، ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور ان کے پوتے حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ یہ سب صحابہ تھے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جنہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کی جبکہ انہیں تختے پر رکھ دیا گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے میرے پیچھے سے آ کے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی۔ کہنے لگا اللہ تم پر رحم کرے۔ مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تمہیں بھی ہمارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی دفن کرے گا کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بہت سنا تھا کہ میں اور ابوبکر و عمر فلاں جگہ تھے اور میں نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کیا۔ میں اور ابوبکر و عمر چلے گئے۔ اس لیے میں یہ امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ان دونوں کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

حضور انور نے آخر میں فرمایا کہ باقی انشاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب عالیہ کا ایمان افروز تذکرہ

۲۳ر ستمبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۲۳ر تبوک ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ یوکے

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان ہو

رہے تھے۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آیت الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِیْمٌ (آل عمران:173) کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کیا اور تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر ہے۔ اس کے بارے میں انہوں نے عروہ سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! تیرے والد حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوبکرؓ ان میں سے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن جو تکلیف پہنچی وہ پہنچی اور مشرکین چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ واپس آئیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ان کے پیچھے کون جائے گا تو اُن میں سے ستر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ''آپؓ غیر مذاہب والوں کے احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰؑ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اسے تھپڑ مار دیا۔ جب اس واقعہ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ جیسے انسان کو زجر کی۔'' ڈانٹا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''غور کرو مسلمانوں کی حکومت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کو ایک یہودی فضیلت دیتا ہے اور ایسی طرز سے کلام کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جیسے نرم دل انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے اور آپؓ اسے طمانچہ مار بیٹھتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈانٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اسے حق ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔'' اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو وہ بول سکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت صحابہؓ جس طرح کیا کرتے تھے اس کا ثبوت حضرت ابوبکرؓ کے ایک واقعہ سے مل سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں وہ رسّی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔'' یہ بخاری کی روایت ہے۔ کس قدر اتباعِ رسولؐ ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ فتوحات عراق میں ایک قیمتی چادر حاصل ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اہلِ لشکر کے مشورہ سے اس چادر کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بطور تحفہ بھجوایا اور لکھا کہ اسے آپؓ لے لیجیے۔ آپؓ کے لیے روانہ کیا جا رہا ہے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اسے لینا گوارا نہیں فرمایا اور نہ اپنے رشتہ داروں کو دیا بلکہ اسے حضرت امام حسینؓ کو مرحمت فرما دیا۔ باقی انشاءاللہ آئندہ بیان ہوگا۔

ہمیں اس عظیم خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے
جس نے ہمیں مسجد فتح عظیم کی تعمیر کی توفیق دی

۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۳۰ تبوک ۱۴۰۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فتح عظیم۔ زائن۔ امریکہ

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ آج آپ یہاں زائن کی مسجد کے افتتاح کے لیے جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ امریکہ کو توفیق دی کہ اس مسجد کی تعمیر اس شہر میں کرے جو جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت

رکھتا ہے۔اس شہر کی تاریخی اہمیت اور ایک نام نہاد دعویدار اور اس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف غلط زبان استعمال کرنا اور پھر اس کا خاتمہ ہونا اور اس شہر میں جماعت کا قائم ہونا ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بناتا ہے اور بنانا چاہیے اور اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم اس شہر کے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے باوجود اس کے کہ شروع میں کونسل نے مسجد کی تعمیر کی مخالفت کی تھی، بنانے سے انکار کر دیا تھا۔لوگ ہمارے حق میں کھڑے ہوئے اور کونسل کو مجبور کیا کہ وہ ہمیں مسجد کی تعمیر کی اجازت دے دے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہے۔پس اس ارشاد کے تحت ہمیں اس عظیم خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی توفیق دی۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج ہم اس مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں، اس کا نام بھی 'فتح عظیم' مسجد رکھا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اور پیش گوئی کے حوالے سے رکھا گیا ہے۔آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ڈوئی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ یہ نشان جس میں فتح عظیم ہو گی عنقریب ظاہر ہو گا اور دنیا نے دیکھا کہ پندرہ بیس دن کے اندر ہی اللہ تعالیٰ نے اسے بڑی ذلت سے ہلاک کر دیا۔اس کی ہلاکت کے نشان کو اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپؑ نے فتح عظیم قرار دیا۔آپؑ کے الہام کے ایک حصہ کو ہم نے تقریباً ایک سو پندرہ سال پہلے پورا ہوتے دیکھا اور اس کا اگلا قدم ہم آج پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ایک سو پندرہ بیس سال پہلے اس وقت کے اخباروں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو اپنے اخباروں میں جگہ دی اور پھر اس کی ہلاکت کی بھی خبر دی۔پس یہ خدا تعالیٰ کا نشان تھا جسے دنیا نے مانا۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس آج اس مسجد کا افتتاح عظیم تب بنے گا جب ہم اس حقیقت کو پہچان لیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔عبادت صرف اتنی نہیں کہ جلدی جلدی پانچ نمازیں یا چند نمازیں ٹھونگے مار کر پڑھ لیں بلکہ عبادت یہ ہے کہ جو نماز کا حق ہے وہ ادا کیا جائے۔اسے سنوار کر پڑھا جائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تین چار مرتبہ، بار بار نماز پڑھنے کا اس لیے ارشاد فرمایا کہ آپؐ کے نزدیک وہ نماز کا حق ادا نہیں کر رہا تھا اور جس طرح سنوار کر نماز پڑھنی چاہیے اس طرح نہیں پڑھ رہا تھا۔پس نمازوں کو بھی اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہمیں ملتا ہے اور اسی طرح عبادتوں کی مقبولیت تب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کا بھی حق ادا کیا جا رہا ہو۔جو لوگوں کے حق مارنے والے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی نمازیں ان کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں وہ ان کے منہ پر ماری جائیں گی۔پس ہمارا مقصد مسجدوں کو آباد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے آباد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ادا کرنا ہے اور ہونا چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں ...... جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔'' پس اپنی اندرونی صفائی بھی بہت ضروری ہے اور جب یہ ہوگی تو تقویٰ پیدا ہوگا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ نشانات پر نشانات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے۔انشاءاللہ۔فائدہ تو تبھی ہے جب اس فتح عظیم کی پیش گوئی کے پورا ہونے سے ہمارے اندر بھی ایک انقلاب عظیم پیدا ہو اور ہمارے اہل وطن بھی اور دنیا بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر ڈال لے۔خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہو جائے اور اس کے لیے ہر قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''قوم بننے کیلئے یگانگت اور
فرمانبرداری انتہائی ضروری ہے''

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس، خطبہ جمعہ ۵ دسمبر ۲۰۱۴ء)

مسجد بننے اوراس کے افتتاح سے فائدہ اٹھا کر اسلام اوراحمدیت کا پیغام پہنچانا بھی ہراحمدی کا کام ہے

۷؍اکتوبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۷؍اخاء ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الاکرام۔ڈیلاس ٹیکساس۔امریکہ

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الاعراف کی آیات ۳۰ تا ۳۲ کی تلات کے بعد فرمایا کہ آج آپ کو اپنی مسجد کے افتتاح کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو اس مسجد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد آپ نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے بنائی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے فیض پانے والے ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ویسا ہی گھر بنائے گا۔اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنائی ہوئی مسجد کا کام مسجد کی تعمیر کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا انسان تبھی حامل بنتا ہے جب اس کے حکموں پر چلنے والا ہو،اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والا ہو،حقوق العباد ادا کرنے والا ہو، وفا اور اخلاص سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو،اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والا ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مانا ہے۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا اور آپؑ کی بیعت میں آنا ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ ہمارا کام آپؑ کی بیعت میں آ کر ختم نہیں ہو گیا بلکہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔تبھی ہم ان انعامات کے وارث ٹھہریں گے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔پس اپنی ذمہ داریوں کو ہم میں سے ہر ایک کو سمجھنا ہوگا۔اس مسجد کو آباد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔آپس میں پیار و محبت سے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔رواداری اور بھائی چارے کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام دنیا کو دینا ہماری ذمہ داری ہے۔مسلسل دعاؤں سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔اپنی نسلوں کی اصلاح کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔تبھی ہم مسجد کا حق بھی ادا کر سکیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی مساجد کے ساتھ منسلک ہونے والوں کی بعض ذمہ داریوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انصاف قائم کرو اور دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں انصاف سے دور نہ کرے۔اب یہ معیار جو انصاف کا قائم کرنے والا ہے وہ کسی دوسرے کے متعلق غلط سوچ رکھ ہی نہیں سکتا۔ایسا شخص تو موقع تلاش کرے گا کہ میں کس طرح دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہوں اور ایسے حقوق قائم کرنے والا جب انسان ہو تو یقیناً ماحول پر ایک نیک اثر ڈالتا ہے اور یہی نیک اثر پھر تبلیغ کے راستے کھولتا ہے۔اب جہاں اللہ تعالیٰ غیروں اور دشمنوں سے بھی انصاف قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنوں سے کس قدر پیار و محبت سے ہمیں رہنا چاہیے اور جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی ایسے لوگوں پر پڑتی ہے۔جب یہ لوگ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کو قبول فرماتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔پس ہمیں ان ایمان لانے والوں میں سے ہونا چاہیے جو مسجدوں کو آباد کرنے والے ہیں اور مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک نماز سے دوسری نماز تک انتظار کرتے ہیں کہ کب وقت ہو اور ہم نماز کے لیے جائیں۔پس یہ مقصد ہے مسجد کی تعمیر کا کہ اسے آباد کرنا ہے اور کس طرح آباد کرنا ہے۔مسجد کے بننے سے اور اب افتتاح سے جماعت کا، مسجد کا اور اسلام کا تعارف ہوگا تو تبلیغ کے راستے کھلیں گے، مزید رابطے بھی ہوں گے۔پس ان سے فائدہ اٹھا کر اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی ہر احمدی کا کام ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے ہوں اور اس مسجد کو آباد کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں اور عبادتوں کو بھی قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے ہوں

۱۴/اکتوبر ۲۰۲۲ء بمطابق ۱۴/اخاء ۱۴۰۱ ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الرحمٰن۔ میری لینڈ۔ امریکہ

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر، جماعتِ احمدیہ پر، یہاں اس ملک میں آنے والے لوگوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس ترقی یافتہ ملک میں آنے کی توفیق عطا فرمائی جو پاکستان سے اس لیے ہجرت کر کے آئے کہ وہاں احمدیوں کے حالات سخت سے سخت تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس وجہ سے وہاں رہنا مشکل ہو گیا تھا اور اس لحاظ سے احمدیوں کو ان حکومتوں کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے بہت سے مظلوم احمدیوں کو یہاں رہنے کی جگہ دی لیکن سب سے بڑا احسان جو اللہ تعالیٰ نے ہم احمدیوں پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ پس اس کے لیے ہم خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے والے بنیں اور اس کی مخلوق کے بھی حق ادا کرنے والے بنیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بنیں گے کیونکہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی وہ راہنما ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کی حقیقی تعلیم پر ہمیں چلایا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اپنے بعد خلافت کے جاری رہنے کی اطلاع دی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسیح ومہدی کے آنے کے ساتھ خلافت کے تا قیامت جاری رہنے کی خبر دی تھی اور خلافتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق کو ہی جاری رکھنے والا نظام ہے۔ اپنے عہد میں ہر احمدی خلافت سے بھی وابستگی اور اطاعت کا عہد کرتا ہے۔ پس اس لحاظ سے خلافت کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کے عہد کو نبھانا بھی ہر احمدی کا فرض ہے ورنہ بیعت ادھوری ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی اپنے ایمان اور یقین کو بڑھانے کی ہر احمدی کو ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت کو قرآن کریم کو غور سے پڑھنے اور اسے سمجھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشفِ حقائق کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہوسکتا۔'' فرمایا ''اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لیے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر پڑھو۔'' پس ہر ایک کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ اس دنیا کی مصروفیات میں ڈوب کر کہیں ہم اپنے بیعت کے مقصد کو بھول تو نہیں گئے!

حضور انور نے فرمایا کہ اگر ہم نے اپنا حق بیعت ادا کرنا ہے تو ہمیں اپنی حالتوں کا ہر وقت جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہمارے اندر پیدا ہو جائے اور ہم آخرین کی اس جماعت میں شامل ہو جائیں جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ابھی آتے ہوئے مجھے امیر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ آج سے اٹھائیس سال پہلے آج کے دن

ہی **14** اکتوبر کو اس مسجد کا بھی افتتاح ہوا تھا اور یہ کھولی گئی تھی۔ اس مسجد کو اب اٹھائیس سال ہو گئے ہیں۔ یہاں رہنے والے اس علاقے میں رہنے والے پرانے احمدی بھی، نئے آنے والے بھی جائزہ لیں کہ ان اٹھائیس سالوں میں انہوں نے اپنی روحانیت میں کس حد تک ترقی کی ہے۔ کس حد تک اس مسجد کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی کئی دہائیاں اور کئی صدیاں اس مسجد میں آنے والوں کو مہیا فرماتا رہے اور یہ ہر قسم کی دنیاوی آفات سے بھی بچی رہے لیکن اصل حق تبھی ادا ہو گا جب ہم مسجدوں کے حق ادا کرتے ہوئے انہیں آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

غیبت سے بچیں

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ فرماتے ھیں:

''غیبت جھوٹی بات کو نہیں کہتے۔ غیبت سچی بات کو کہتے ہیں لیکن وہ سچی بات جو دکھ دینے والی ہو۔ اس ضمن میں بسا اوقات آپس کی بحث کے دوران آپ یہ فقرہ بھی سنیں گے دو لڑنے والوں کے درمیاں کہ میں جھوٹ بولوں! میں نے جو سچی بات ہے وہ منہ پر کہہ دی ہے، میری عادت ہے میں بڑا صاف گو ہوں۔ اور سچی بات منہ پر مارتا ہوں۔ ایسے صاف گو پر خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے لعنت ڈالی ہوئی ہے اور فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب اس کو پکڑ لے گا اور بڑی سخت تحذیر فرمائی ہے بڑی سخت اس کے متعلق انذار کی پیشگوئی کی ہے۔ (خطباتِ طاہر جلد ۳ ص ۵۳)

14 اگست کی مناسبت سے

(رشید قیصرانی)

تری طلب، تری خوشبو، ترا نمو بولے
مرے وطن مری رگ رگ میں صرف تُو تُو بولے
نَفَس نَفَس تُو مرے سانس کی گواہی دے
ترے بدن میں مِرا دِل، مِرا لہو بولے
صدا کی لہریں ہم اک دوسرے کے گرد بُنیں
میں قریہ قریہ پکاروں، تُو کُو بکُو بولے
میں حرف حرف سجالوں صحیفۂ دِل پر
تُو برگ برگ سرِ شاخِ آرزو بولے
وہ دِن بھی آئے کہ لکھوں میں شش جہت ترا نام
ترا عَلَم، تری سج دھج بھی چار سُو بولے
وہ دن بھی آئے کہ مہکے ترا گلاب شباب
چمن چمن ترا اندازِ رنگ و بُو بولے
وہ دن بھی آئے کہ لکھا ترا امر ٹھہرے
جو تُو کہے وہی دنیا بھی ہُو بہو بولے
نشانِ حُرمت و تقدیسِ حرف جب تجھ سے
کوئی بھی بولنا چاہے تو با وضو بولے
مِرے وطن سرِ مینارِ نُور تا بہ ابد
تُو چاند بن کے اندھیروں کے رُو برو بولے
خموش کیوں ہے یہ مسکن قلندروں کا رشید
کوئی تو وجد میں آئے، کوئی تو ہُو بولے



خاتمہ بالخیر ہو

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو کہ آپ نے ۲۹؍ دسمبر ۱۹۰۴ء کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ میں فرمائی

میری طرف سے اپنی جماعت کو بار بار وہی نصیحت ہے جو میں پہلے بھی کئی دفعہ کر چکا ہوں کہ عمر چونکہ تھوڑی اور عظیم الشّان کام درپیش ہے اس لئے کوشش کرنی چاہئیے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔

تقسیم عُمر

خاتمہ بالخیر ایسا امر ہے کہ اس کی راہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو کچھ زمانہ اس کا بے ہوشی میں گذر جاتا ہے۔ یہ بے ہوشی کا زمانہ وہ ہے جبکہ وہ بچّہ ہوتا ہے اور اس کو دنیا اور اس کے حالات سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ بے ہوشی تو نہیں ہوتی۔ جو بچپن میں تھی لیکن جوانی کی ایک مستی ہوتی ہے جو اس ہوش کے دنوں میں بھی بے ہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفس امّارہ غالب آ جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے کہ علم کے بعد پھر لاعلمی آ جاتی ہے اور حواس میں اور دوسرے قویٰ میں فتور آنے لگتا ہے۔ یہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہے۔ بہت سے لوگ اس زمانہ میں بالکل حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور قویٰ بیکار ہو جاتے ہیں۔ اکثر لوگوں میں جنوں کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ۶۰ یا ۷۰ سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آ جاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہیں تین زمانوں پر ہے اور یہ تینوں ہی خطرات اور مشکلات میں ہیں۔ پس اندازہ کرو کہ خاتمہ بالخیر کے لئے کس قدر مشکل مرحلہ ہے۔

بچپن کا زمانہ تو ایک مجبوری کا زمانہ ہے۔ اس میں سوائے لہو، لعب اور کھیل کود اور چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے اَور کوئی خواہش ہی نہیں ہوتی۔ ساری خواہشوں کا منتہا کھانا پینا ہی ہوتا ہے۔ دنیا اور اس کے حالات سے محض ناواقف ہوتا ہے۔ امور آخرت سے بکلّی ناآشنا اور لاپروا ہوتا ہے۔ عظیم الشان امور کی اسے کوئی خبر ہی نہیں ہوتی۔ وہ نہیں جانتا کہ دنیا میں اس کے آنے کی کیا غرض اور مقصد ہے۔ یہ زمانہ تو یوں گذر گیا۔ اس کے بعد جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں اس کے معلومات بڑھتے ہیں اور اس کی خواہشوں کا حلقہ وسیع ہوتا ہے مگر جوانی کی مستی اور نفس امّارہ کے جذبات عقل مار دیتے ہیں اور ایسی مشکلات میں پھنس جاتا ہے اور ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ اگر ایمان بھی لاتا ہے تب بھی نفس امّارہ اور اس کے جذبات اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اُسے ایمان اور اس کے ثمرات سے دُور پھینک دینے کے لئے حملے کرتے ہیں۔ اس کے بعد جو پیرانہ سالی کا زمانہ ہے وہ تو بجائے خود ایسا نکمّا اور ردّی ہوتا ہے۔ جیسے کسی چیز سے عرق نکال لیا جاوے اور اس کا پھوگ باقی رہ جاوے۔ اسی طرح پر انسانی عمر کا پھوگ بڑھاپا ہے۔ انسان اس وقت نہ دنیا کے لائق رہتا ہے اور نہ دین کے مخبوط الحواس اور مضمحل سا ہو کر اوقات بسر کرتا ہے۔ قویٰ میں وہ تیزی اور حرکت نہیں ہوتی جو جوانی میں ہوتی ہے اور بچپن کے زمانہ سے بھی گیا گذرا

ہو جاتا ہے۔ بچپن میں اگر چہ شوخی حرکت اور نشوونما ہوتا ہے لیکن بڑھاپے میں یہ باتیں نہیں۔ نشوونما کی بجائے اب قویٰ میں تحلیل ہوتی ہے اور کمزوری کی وجہ سے سستی اور کاہلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بچہ اگر چہ نماز اور اس کے مراتب اور ثمرات اور فوائد سے ناواقف ہو گا یا ہوتا ہے۔ لیکن اپنے کسی عزیز کو دیکھ کر ریس اور امنگ ہی پیدا ہو جاتی ہے مگر اس پیرانہ سالی کے زمانہ میں تو اس کے بھی قابل نہیں رہتا۔

حواس باطنی میں جس طرح اس وقت فرق آجاتا ہے حواس ظاہری میں بھی معمر ہو کر بہت کچھ فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اندھے ہو جاتے ہیں۔ بہرہ ہو جاتے ہیں۔ چلنے پھرنے سے عاری ہو جاتے ہیں۔ اور قسم قسم کی مصیبتوں اور دُکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ زمانہ بھی بڑا ہی ردّی زمانہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ ہے جوان دونوں کے بیچ کا زمانہ ہے یعنی شباب کا جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشوونما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امّارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لئے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں۔ لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنّم میں لے جائے گا اور شقی بنا دے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانہ کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہ کرے گا جیسا کہ اس نے خود فرمایا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرۃ: ۲۸۷) اور آخری زمانہ میں گو بڑھاپے کی وجہ سے سستی اور کاہلی ہو گی لیکن فرشتے اس وقت اس کے اعمال میں وہی لکھیں گے جو جوانی کے جذبات اور خیالات ہیں۔ جوانی میں اگر نیکیوں کی طرف مستعد اور خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والا، اس کے احکام کی تعمیل کرنے والا اور نواہی سے بچنے والا ہے تو بڑھاپے میں گو ان اعمال کی بجا آوری میں کسی قدر سستی بھی ہو جاوے لیکن اللہ تعالیٰ اسے معذور سمجھ کر ویسا ہی اجر دیتا ہے۔

ہر شخص بڈھے انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسا از خود رفتگی کا زمانہ ہے۔ کوئی بات چشمدید کی طرح سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ اِس لئے ان لوگوں پر خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے جو ابتدائی زمانہ میں اس زمانہ کے لئے سعی کرتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں ان کے لئے وہی تقوے اور خدا تعالیٰ کی بندگی لکھی جاتی ہے۔ غرض آخر وہی ایک زمانہ جو جوانی کے جذبات اور نفس امارہ کی شوخیوں کا زمانہ ہے کچھ کام کرنے کا زمانہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے اب سوچنا چاہیئے کہ وہ کیا طریق ہے جس کو اختیار کر کے انسان کچھ آخرت کے لئے کما سکے۔

جوانی کا زمانہ کیسے مفید ہو

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امّارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کارآمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف: ۵۴) یعنی میں اپنے نفس کو بَری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفسِ امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا ربّ رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نِری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے نِرا زہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کارآمد نہیں ہوتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

اوّل تدبیر کرو

اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے (جیسا کہ میں پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں) اول ضروری ہے کہ انسان دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے ورنہ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ جو شخص دیدہ دانستہ بدراہ اختیار کرتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے اور زہر کھاتا ہے وہ یقینا ہلاک ہوگا۔ ایسا شخص نہ دنیا کے نزدیک اور نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ رحم ٹھہر سکتا ہے اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے خصوصاً ہماری جماعت کے لئے (جس کو اللہ تعالےٰ نمونہ کے طور پر انتخاب کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ ٹھہرے) کہ جہانتک ممکن ہے بدصحبتوں اور بد عادتوں سے پرہیز کریں۔ اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہانتک تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہیئے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔

یادرکھو تدبیر بھی ایک مخفی عبادت ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔ اسی سے وہ راہ کھل جاتی ہے جو بدیوں سے نجات پانے کی راہ ہے۔ جو لوگ بدیوں سے بچنے کی تجویز اور تدبیر نہیں کرتے ہیں وہ گویا بدیوں پر راضی ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر خدا تعالےٰ اُن سے الگ ہو جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جب انسان نفس امارہ کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باوجود بھی تدبیروں میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اس کا نفس امّارہ خدا تعالیٰ کے نزدیک لوّامہ ہو جاتا ہے اور ایسی قابلِ قدر تبدیلی پالیتا ہے کہ یا تو وہ امّارہ تھا جو لعنت کے قابل تھا اور یا تدبیر اور تجویز کرنے سے وہی قابلِ لعنت نفس امّارہ نفس لوّامہ ہو جاتا ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ خدا تعالےٰ بھی اس کی قسم کھاتا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا شرف نہیں ہے۔ پس حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حاصل کرنے کے واسطے اوّل یہ ضروری شرط ہے کہ جہاں تک بس چلے اور ممکن ہو تدبیر کرو اور بدی سے بچنے کی کوشش کرو۔ بدعادتوں اور بدصحبتوں کو ترک کردو۔ ان مقامات کو چھوڑ دو جو اس قسم کی تحریکوں کا موجب ہو سکیں جس قدر دنیا میں تدبیر کی راہ کھلی ہے اس قدر کوشش کرو اور اس سے نہ تھکو نہ ہٹو۔

دُوسرا طریق دُعا ھے

دوسرا طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور خاتمہ بالخیر کے لئے جو خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے وہ دعا ہے اس لئے جس قدر ہو سکے دُعا کرو۔ یہ طریق بھی اعلیٰ درجہ کا مجرّب اور مفید ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:٦١) تم مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے۔ دوسری قوموں کو دعا کی کوئی قدر نہیں اور نہ انہیں اس پاک طریق پر کوئی فخر اور ناز ہو سکتا ہے۔

اسلام کا خاص فخر

بلکہ یہ فخر اور ناز صرف اسلام ہی کو ہے دوسرے مذاہب اس سے بکلّی بے بہرہ ہیں۔ مثلاً عیسائیوں نے جب یہ سمجھ لیا ہے کہ ایک انسان (جس کو انہوں نے خدا مان لیا) نے ہمارے لئے قربانی دے دی ہے۔ انہوں نے اس پر بھروسہ کر لیا اور سمجھ لیا کہ ہمارے سارے گناہ اس نے اُٹھا لئے ہیں۔ پھر وہ کونسا امر ہے جو اس کو دعا کے لئے تحریک کرے گا۔ ناممکن ہے کہ وہ گدازشِ دل کے ساتھ دعا کرے۔ دعا تو وہ کرتا ہے جو اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کو سمجھتا ہے لیکن جو شخص اپنے آپ کو بری الذمہ تصور کرتا ہے وہ دعا کیوں کرے گا۔ اس نے تو پہلے ہی سمجھ لیا ہے کہ گناہ دوسرے شخص نے اُٹھا لئے ہیں اور اس طرح پر اس کے ذمہ کوئی جوابدہی نہیں تو اس کے دل میں تحریک کس طرح ہوگی۔ اس نے اور شئے پر بھروسہ کر لیا ہے اور اس طرح پر اس طریق سے جو دُعا کا طریق ہے وہ دُور چلا گیا ہے۔

غرض ایک عیسائی کے نزدیک دعا بالکل بے سود ہے اور وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ اس کے دل میں وہ رقّت اور جوش جو دعا کے

لئے حرکت پیدا کرتا ہے نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح پر ایک آریہ جو تناسخ کا قائل ہے اور سمجھتا ہے کہ توبہ قبول ہی نہیں ہوسکتی اور کسی طرح پر اس کے گناہ معاف نہیں ہو سکتے وہ دُعا کیوں کرے گا؟ اس نے تو یہ یقین کیا ہوا ہے کہ جُونوں کے چکر میں جانا ضروری ہے اور بیل۔ گھوڑا۔ گدھا۔ گائے۔ کُتّا۔ سؤر وغیرہ بننا ہے۔ وہ اس راہ کی طرف آئے گا ہی نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔

مگر یہ یادرکھو کہ یہ دُعا زبانی بک بک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی رُوح پانی کی طرح بہہ کر آستانہ الُوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لئے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسّر آجاوے تو یقیناً سمجھو کہ باب اجابت اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لئے عطا ہوتی ہے یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔

دعا اور اھل زمانہ

مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت اور حالت سے محض ناواقف ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے منکر ہو گئے ہیں کیونکہ وہ ان تاثیرات کو نہیں پاتے اور منکر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے۔ پھر دعا کی کیا حاجت ہے۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تو نرا بہانہ ہے انہیں چونکہ دعا کا تجربہ نہیں اس کی تاثیرات پر اطلاع نہیں اس لئے اس طرح کہہ دیتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ ایسے ہی متوکل ہیں تو پھر بیمار ہو کر علاج کیوں کرتے ہیں؟ خطرناک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں تو طبیب کی طرف دوڑے جاتے ہیں بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ چارہ کرنے والے یہی ہوتے ہیں۔ سیّد احمد خاں بھی دعا کے منکر تھے۔ لیکن جب اُن کا پیشاب بند ہوا تو دہلی سے معالج ڈاکٹر کو بُلایا۔ یہ نہ سمجھ لیا کہ خود بخود ہی پیشاب کھُل جاوے گا۔ حالانکہ وہی خدا ہے جس کے ملکوت میں ظاہری دنیا ہے جبکہ دوسرے اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات نہ ہوں۔ جن میں سے دُعا ایک زبردست چیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قضا وقدر میں سب کچھ ہے مگر کوئی یہ تو بتائے کہ خدا تعالیٰ نے وہ فہرست کس کو دی ہے جس سے معلوم ہو جاوے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان اسرار پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قبض سے بیمار ہے تو تربد یا کسٹرائیل جب اس کو دیا جاوے گا تو اسے اسہال آجاویں گے۔ اور قبض کھُل جائے گی۔ کیا یہ اس امر کا بیّن ثبوت نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے تاثیرات رکھی ہوئی ہیں۔

اسی طرح پر اَور تدابیر کرنے والے ہیں۔ مثلاً زراعت کرنے والے اور یہی معالجات کرنے والے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان تدابیر کی وجہ سے اُنہوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اشیاء میں مختلف اثر دیکھے ہیں۔ پھر جبکہ ان چیزوں میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ دعاؤں میں جو وہ بھی مخفی اسباب اور تدابیر ہیں اثر نہ ہوں؟ اثر ہیں اور ضرور ہیں لیکن تھوڑے لوگ ہیں جو ان تاثیرات سے واقف اور آشنا ہیں اس لئے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ چونکہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں جو اس نقطہ سے جہاں دُعا اثر کرتی ہے دُور رہ جاتے ہیں اور وہ تھک کر دُعا چھوڑ دیتے ہیں اور خود ہی یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ تو اُن کی اپنی غلطی اور کمزوری ہے۔ جب تک کافی وزن نہ ہو خواہ زہر ہو یا تریاق اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کسی کو بھوک لگی ہوئی ہو اور وہ چاہے کہ ایک دانہ سے پیٹ بھر لے یا تولہ بھر غذا کھالے تو کیا ہوسکتا ہے کہ وہ سیر ہو جاوے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح جس کو پیاس لگی ہوئی ہے ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس کب بُجھ سکتی ہے۔ بلکہ سیر ہونے کے لئے چاہیئے کہ وہ کافی غذا کھاوے اور پیاس بجھانے کے واسطے لازم ہے کہ کافی پانی پیوے۔ تب جا کر اس کی تسلّی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح پر دعا کرتے وقت بے دلی اور گھبراہٹ سے

کام نہیں لینا چاہیئے اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہیئے جب تک دُعا اپنا پورا اثر نہ دکھائے۔ جو لوگ تھک جاتے اور گھبرا جاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ محروم رہ جانے کی نشانی ہے۔ میرے نزدیک دعا بہت عمدہ چیز ہے۔ اور میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں خیالی بات نہیں۔ جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ دُعا کے ذریعہ اُسے آسان کر دیتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے۔ بیماری سے شفا اس کے ذریعہ ملتی ہے۔ دنیا کی تنگیاں مشکلات اس سے دُور ہوتی ہیں۔ دشمنوں کے منصوبے سے یہ بچا لیتی ہے اور وہ کیا چیز ہے جو دُعا سے حاصل نہیں ہوتی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کو پاک یہ کرتی ہے اور خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔ گناہ سے نجات دیتی ہے اور نیکیوں پر استقامت اس کے ذریعہ سے آتی ہے۔ بڑا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جس کو دعا پر ایمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے کہ وہ قادر کریم خدا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شروع قرآن ہی میں دُعا سکھائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی عظیم الشان اور ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ (الفاتحہ ۲ تا ۴)۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کو جوام الصفات ہیں بیان فرمایا ہے۔ ربّ العالمین ظاہر کرتا ہے کہ وہ ذرّہ ذرّہ کی ربوبیت کر رہا ہے۔ عالَم اسے کہتے ہیں جس کی خبر مِل سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز دُنیا میں ایسی نہیں ہے جس کی ربوبیت نہ کرتا ہو۔ ارواح اجسام وغیرہ سب کی ربوبیت کر رہا ہے۔ وہی ہے جو ہر ایک چیز کے حسب حال اس کی پرورش کرتا ہے۔ جہاں جسم کی پرورش فرماتا ہے وہاں رُوح کی سیری اور تسلّی کے لئے معارف اور حقائق وہی عطا فرماتا ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ وہ رحمٰن ہے یعنی اعمال سے بھی پیشتر اس کی رحمتیں موجود ہیں۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی زمین، چاند، سورج، ہوا، پانی وغیرہ جس قدر اشیاء انسان کے لئے ضروری ہیں موجود ہوتی ہیں۔

اور پھر وہ اللہ رحیم ہے یعنی کسی کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتا بلکہ پاداش عمل دیتا ہے۔

پھر مالک یوم الدین ہے یعنی جزا وہی دیتا ہے اور وہی یوم الجزاء کا مالک ہے۔ اس قدر صفات اللہ کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور ان صفات پر ایمان لاتا ہے تو خواہ مخواہ رُوح میں ایک جوش اور تحریک ہوتی ہے اور دُعا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتی ہے۔ اس کے بعد اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی ہدایت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلیات اور رحمتوں کے ظہور کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کمر بستہ رہو اور کبھی مت تھکو۔

غرض اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ اس میں جس قدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کریگا۔ اور اس راہ میں نہ تھکنے والا قدم رکھے گا اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دُور ہو جائیں گی اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلیٰ محل پر پہنچ جائے گا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہوسکتا نفسانی جذبات پر محض خدا تعالیٰ کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور خصوصاً ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بےقدری نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہیئے۔ اور دوسرے مذاہب کے آگے تو دعا کے لئے گندے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ توجہ نہیں کر سکتے۔ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ایک عیسائی جو خون مسیح پر ایمان لا کر سارے گناہوں کو معاف شدہ سمجھتا ہے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دعا کرتا رہے۔ اور ایک ہندو جو یقین کرتا ہے کہ توبہ قبول ہی نہیں ہوتی اور تناسخ کے چکر سے رہائی ہی نہیں ہے وہ کیوں دعا کے واسطے ٹکریں مارتا رہے گا وہ تو یقیناً سمجھتا ہے کہ کُتّے بلّے۔ بندر۔ سؤر بننے سے چارہ ہی نہیں ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ یہ اسلام کا فخر اور ناز ہے کہ اس میں دعا کی تعلیم ہے اس میں کبھی سُستی نہ کرو اور نہ اس سے تھکو۔

پھر دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرة:۱۸۷)

یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہدو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں۔ یہ جواب کبھی رؤیا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے۔ اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔

غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے اور قرآن شریف میں جا بجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دُعا کے ذریعہ اپنی مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السّلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا۔

تیسرا پہلو صحبت صادقین ہے

تیسرا پہلو جو قرآن سے ثابت ہے وہ صحبت صادقین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ:۱۱۹) یعنی صادقوں کے ساتھ رہو۔ صادقوں کی صحبت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ان کا نورِ صدق و استقلال دُوسروں پر اثر ڈالتا ہے اور اُن کی کمزوریوں کو دُور کرنے میں مدد دیتا ہے۔

یہ تین ذریعے ہیں جو ایمان کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اُسے طاقت دیتے ہیں اور جب تک ان ذرائع سے انسان فائدہ نہیں اُٹھاتا اس وقت تک اندیشہ رہتا ہے کہ شیطان اس پر حملہ کر کے اس کے متاعِ ایمان کو چھین نہ لے جاوے اسی لئے بہت بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم کو رکھا جاوے اور ہر طرح سے شیطانی حملوں سے احتیاط کی جاوے۔ جو شخص ان تینوں ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح نہیں کرتا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اتفاقی حملہ سے نقصان اُٹھاوے۔

دفعِ شر و کسبِ خیر

لیکن یہ بات یاد رکھو کہ کتابوں میں جب لکھا جاتا ہے کہ بدیاں چھوڑ دو اور نیکیاں کرو تو بعض آدمی اتنا ہی سمجھ لیتے ہیں کہ نیکیوں کا کمال اسی قدر ہے کہ جو مشہور بدیاں ہیں مثلاً چوری، زنا، غیبت، بد دیانتی، بدنظری وغیرہ موٹی موٹی بدیوں سے بچتے ہیں تو اپنے آپ کو سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے نیکی کے تمام مدارج حاصل کر لئے ہیں اور ہم بھی کچھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو یہ کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو چوری نہیں کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو ڈاکے نہیں مارتے یا خون نہیں کرتے یا بدنظری یا بدکاری کی بدعادتوں میں مبتلا نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ترکِ شر کیا ہے خواہ وہ عدمِ قدرت ہی کی وجہ سے ہو۔ قرآن شریف صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ انسان ترکِ شر کر کے سمجھ لے کہ بس اب میں صاحبِ کمال ہو گیا۔ بلکہ وہ تو انسان کو اعلیٰ درجہ کے کمالات اور اخلاق فاضلہ سے متصف کرنا چاہتا ہے کہ اس سے ایسے اعمال و افعال سرزد ہوں جو بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی پر مشتمل ہوں اور اُن کا نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاوے۔ میں اس بات کو بار بار کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اپنی ترقی اور کمال روحانی کی یہی انتہا نہ سمجھ لے کہ میں نے ترکِ بدی کی ہے۔ صرف ترکِ بدی نیکی کے کامل مفہوم اور منشا کو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ بار بار ایسا تصور کرنا کہ میں نے خون نہیں کیا خوبی کی بات نہیں کیونکہ خون کرنا ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے۔ یا یہ کہنا کہ زنا نہیں کیا کیونکہ زنا کرنا تو کنجروں کا کام ہے نہ کہ کسی شریف انسان کا۔ ایسی بدیوں سے پرہیز زیادہ سے زیادہ انسان کو بدمعاشوں کے طبقے سے خارج کر دے گا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مگر وہ جماعت (جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے کہ انہوں نے ایسے اعمال صالحہ کئے کہ خدا تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو گئے) صرف ترکِ بدی ہی سے نہ بنی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہیچ سمجھا۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچانے

کے واسطے اپنے آرام و آسائش کو ترک کر دیا۔ تب جا کر وہ ان مدارج اور مراتب پر پہنچے کہ آواز آ گئی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (المائدہ:۱۲۰)۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ کسبِ خیر تو بڑی بات ہے اور وہی اصل مقصد ہے لیکن وہ تو ترکِ بدی میں بھی سُست نظر آتے ہیں اور ان کاموں کا تو ذکر ہی کیا ہے جو صلحاء کے کام ہیں۔

پس تمہیں چاہیئے کہ تم ایک ہی بات اپنے لئے کافی نہ سمجھ لو۔ ہاں اوّل بدیوں سے پرہیز کرو۔ اور پھر ان کی بجائے نیکیوں کے حاصل کرنے کے واسطے سعی اور مجاہدہ سے کام لو اور پھر خدا تعالےٰ کی توفیق اور اس کا فضل دعا سے مانگو۔ جب تک انسان ان دونو صفات سے متصف نہیں ہوتا یعنی بدیاں چھوڑ کر نیکیاں حاصل نہیں کرتا وہ اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا۔ مومن کامِل ہی کی تعریف میں تو انعمت علیہم فرمایا گیا ہے اب غور کرو کہ کیا اتنا ہی انعام تھا کہ وہ چوری چکاری رہزنی نہیں کرتے تھے یا اس سے کچھ بڑھ کر مراد ہے؟ نہیں۔ انعمت علیہم میں تو وہ اعلیٰ درجہ کے انعامات رکھے گئے ہیں جو مخاطبہ اور مکالمہ الٰہیہ کہلاتے ہیں۔

اگر اسی قدر مقصود ہوتا جو بعض لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرنا ہی کمال ہے تو انعمت علیہم کی دعا کی تعلیم نہ ہوتی جس کا انتہائی اور آخری مرتبہ اور مقام خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا اتنا ہی تو کمال نہ تھا۔ کہ وہ چوری چکاری نہ کیا کرتے تھے بلکہ وہ خدا تعالےٰ کی محبت، صدق، وفا میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ پس اس دعا کی تعلیم سے یہ سکھایا کہ نیکی اور انعام ایک الگ شیئ ہے۔ جب تک انسان اُسے حاصل نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ نیک اور صالح نہیں کہلا سکتا اور منعم علیہ کہ زمرہ میں نہیں آتا۔ اس سے آگے فرمایا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اس مطلب کو قرآن شریف نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے کہ مومن کے نفس کی تکمیل دو شربتوں کے پینے سے ہوتی ہے ایک شربت کا نام کافوری ہے اور دوسرے کا نام زنجبیلی ہے کافوری شربت تو یہ ہے کہ اس کے پینے سے نفس بالکل ٹھنڈا ہو جاوے اور بدیوں کے لئے کسی قسم کی حرارت اس میں محسوس نہ ہو۔ جس طرح پر کافور میں یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ زہریلے مواد کو دبا دیتا ہے۔ اسی لئے اُسے کافور کہتے ہیں۔ اسی طرح پر یہ کافوری شربت گناہ اور بدی کی زہر کو دبا دیتا ہے اور وہ موادِ ردّیہ جو اُٹھ کر انسان کی روح کو ہلاک کرتے ہیں اُن کو اُٹھنے نہیں دیتا بلکہ بے اثر کر دیتا ہے۔ دوسرا شربت شربت زنجبیلی ہے جس کے ذریعہ سے انسان میں نیکیوں کے لئے ایک قوت اور طاقت آتی ہے اور پھر حرارت پیدا ہوتی ہے۔ پس اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم تو اصل مقصد اور غرض ہے یہ گویا زنجبیلی شربت ہے۔ اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالّین کافوری شربت ہے۔

اب ایک اَور مشکل ہے کہ انسان موٹی موٹی بدیوں کو تو آسانی سے چھوڑ بھی دیتا ہے لیکن بعض بدیاں ایسی باریک اور مخفی ہوتی ہیں کہ اوّل تو انسان مشکل سے انہیں معلوم کرتا ہے اور پھر ان کا چھوڑنا اُسے بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ محرقہ بھی گو سخت تپ ہے مگر اس کا علاج کھُلا کھُلا ہو سکتا ہے لیکن تپ دق جو اندر ہی کھا رہا ہے اس کا علاج بہت ہی مشکل ہے۔ اسی طرح پر یہ باریک اور مخفی بدیاں ہوتی ہیں جو انسان کو فضائل کے حاصل کرنے سے روکتی ہیں۔ یہ اخلاقی بدیاں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور معاملات میں پیش آتی ہیں اور ذرا ذرا سی بات اور اختلاف رائے پر دلوں میں بغض، کینہ، حسد، ریا، تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے بھائی کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ چندروز اگر نماز سنوار کر پڑھی ہے اور لوگوں نے تعریف کی تو ریا اور نمود پیدا ہو گیا اور وہ اصل غرض جو اخلاص تھی جاتی رہی۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے دولت دی ہے یا علم دیا ہے یا کوئی خاندانی وجاہت حاصل ہے تو اس کی وجہ سے اپنے دوسرے بھائی کو جس کو یہ باتیں نہیں ملی ہیں، حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے۔ اور اپنے بھائی کی عیب چینی کے لئے حریص ہوتا ہے۔ اور تکبّر مختلف رنگوں میں ہوتا ہے۔ کسی میں کسی رنگ میں اور کسی میں کسی طرح سے۔ علماء علم کے رنگ میں اُسے ظاہر کرتے ہیں اور علمی طور پر نکتہ چینی کر کے اپنے بھائی کو گرانا چاہتے ہیں۔ غرض کسی نہ کسی طرح عیب چینی کر کے اپنے بھائی کو ذلیل کرنا اور نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ رات دن اس کے عیبوں کی تلاش میں رہتے ہیں اس قسم کی باریک بدیاں ہوتی ہیں۔ جن کا دور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور شریعت ان باتوں کو جائز نہیں رکھتی ہے۔ ان بدیوں میں عوام ہی

مبتلا نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ جو متعارف اور موٹی موٹی بدیاں نہیں کرتے ہیں اور خواص سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سے خلاصی پانا اور مرنا ایک ہی بات ہے۔ اور جب تک ان بدیوں سے نجات حاصل نہ کرلے تزکیہ نفس کامل طور پر نہیں ہوتا اور انسان ان کمالات اور انعامات کا وارث نہیں بنتا جو تزکیہ نفس کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی جگہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان اخلاقی بدیوں سے ہم نے خلاصی پالی ہے۔ لیکن جب کبھی موقعہ آ پڑتا ہے اور کسی سفیہ سے مقابلہ ہو جاوے تو انہیں بڑا جوش آتا ہے اور پھر وہ گند ان سے ظاہر ہوتا ہے جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت پتہ لگتا ہے کہ ابھی کچھ بھی حاصل نہیں کیا اور وہ تزکیہ نفس جو کامل کرتا ہے میسّر نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تزکیہ جس کو اخلاقی تزکیہ کہتے ہیں بہت ہی مشکل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس فضل کے جذب کرنے کے لئے بھی وہی تین پہلو ہیں۔ اوّل مجاہدہ اور تدبیر۔ دوم دعا۔ سوم صحبت صادقین۔

یہ فضل الٰہی انبیاء علیہم السّلام پر بدرجہ کمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوّل اُن کا تزکیہ اخلاقی کامل طور پر خود کر دیتا ہے۔ ان میں بد اخلاقیوں اور رذائل کی آلائش رہ ہی نہیں جاتی۔ ان کی حالت تو یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ سلطنت پا کر بھی وہ فقیر ہی رہتے ہیں۔ اور کسی قسم کا کبر ان کے پاس نہیں آتا۔

درحقیقت یہ گند جو نفس کے جذبات کا ہے اور بداخلاقی۔ کبر۔ ریا وغیرہ صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے اس پر موت نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور یہ موادِ ردّیہ جل نہیں سکتے۔ جب تک معرفت کی آگ اُن کو نہ جلائے۔ جس میں یہ معرفت کی آگ پیدا ہو جاتی ہے وہ ان اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہونے لگتا ہے اور بڑا ہو کر بھی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے اور اپنی ہستی کو کچھ حقیقت نہیں پاتا۔ وہ اس نور اور روشنی کو جو انوارِ معرفت سے اُسے ملتی ہے اپنی کسی قابلیت اور خوبی کا نتیجہ نہیں مانتا اور نہ اسے اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ وہ اُسے خدا تعالیٰ ہی کا فضل اور رحم یقین کرتا ہے جیسے ایک دیوار پر آفتاب کی روشنی اور دھوپ پڑ کر اُسے منور کر دیتی ہے لیکن دیوار اپنا کوئی فخر نہیں کر سکتی کہ یہ روشنی میری قابلیت کی وجہ سے ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ جس قدر وہ دیوار صاف ہوگی اسی قدر روشنی زیادہ صاف ہوگی۔ لیکن کسی حال میں دیوار کی ذاتی قابلیت اس روشنی کے لئے کوئی نہیں بلکہ اس کا فخر آفتاب کو ہے اور ایسا ہی وہ آفتاب کو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تو اس روشنی کو اُٹھا لے۔ اسی طرح پر انبیاء علیہم السلام کے نفوس صافیہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیضان اور فیوض سے معرفت کے انوار ان پر پڑتے ہیں اور ان کو روشن کر دیتے ہیں اسی لئے وہ ذاتی طور پر کوئی دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہر ایک فیض کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہی سچ بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اعمال سے داخل جنت ہوں گے تو یہی فرمایا کہ ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے۔ انبیاء علیہم السلام کبھی کسی قوت اور طاقت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے وہ خدا ہی سے پاتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں۔

ہاں ایسے لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے حالانکہ کروڑوں حصہ نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں جو دو دن نماز پڑھ کر تکبر کرنے لگتے ہیں اور ایسا ہی روزہ اور حج سے بجائے تزکیہ کے ان میں تکبر اور نمود پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس سے دور نہ ہو۔ یہ قبول حق اور فیضانِ الُوہیت کی راہ میں روک ہو جاتا ہے کسی طرح سے بھی تکبر نہیں کرنا چاہیئے نہ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر انہیں باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک صاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفت جو جذبات کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ شیطان نے بھی تکبر کیا تھا اور آدم سے اپنے آپ کو بہتر سمجھا اور کہہ دیا۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف: ۱۳)۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کے حضور سے مردود ہو گیا اور آدم لغزش پر (چونکہ اسے معرفت دی گئی تھی) اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے لگا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث

ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ خدا تعالےٰ کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا اس لئے دُعا کی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۫ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف: ۲۴) یہی وہ سِرّ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا کہ اے نیک اُستاد۔ تو اُنہوں نے کہا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ اس پر آج کل کے نادان عیسائی تو یہ کہتے ہیں کہ ان کا مطلب اس فقرہ سے یہ تھا کہ تو مجھے خدا کیوں نہیں کہتا۔ حالانکہ حضرت مسیح نے بہت ہی لطیف بات کہی تھی جو انبیاء علیہم السلام کی فطرت کا خاصہ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ حقیقی نیکی تو خدا تعالےٰ ہی سے آتی ہے۔ وہی اس کا چشمہ ہے اور وہیں سے وہ اُترتی ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کرے اور جب چاہے سلب کرلے۔ مگر ان نادانوں نے ایک عمدہ اور قابلِ قدر بات کو معیوب بنا دیا اور حضرت عیسیٰ کو متکبّر ثابت کیا حالانکہ وہ ایک منکسر المزاج انسان تھے۔

پاک ہونے کا ایک طریق

پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔ جب خدا تعالےٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے ہی آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جب تک سُورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظُلمت کو دُور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دور کردے۔

پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشیٔ محض سمجھے۔ اور آستانۂ الوہیت پر گِر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔ اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبّر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اَور بھی ترقی ہو۔ کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشیٔ سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اُتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبّر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے۔

میں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گُم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ وطہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ اسے دوبارہ قائم کرے۔

عام طور پر تکبّر دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ علماء اپنے علم کی شیخی اور تکبّر میں گرفتار ہیں۔ فقراء کو دیکھو تو ان کی بھی حالت اور ہی قسم کی ہو رہی ہے۔ ان کو اصلاح نفس سے کوئی کام ہی نہیں رہا۔ ان کی غرض و غایت صرف جسم تک محدود ہے۔ اس لئے اُن کے مجاہدے اور ریاضتیں بھی کچھ اور ہی قسم کی ہیں جیسے ذکر ارّہ وغیرہ۔ جن کا چشمہ نبوت سے پتہ نہیں چلتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ دل کو پاک کرنے کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں۔ صرف جسم ہی جسم باقی رہا ہوا ہے۔ جس میں رُوحانیت کا کوئی نام و نشان نہیں۔ یہ مجاہدے دل کو پاک نہیں کر سکتے اور نہ کوئی حقیقی نور معرفت کا بخش سکتے ہیں۔ پس یہ زمانہ اب بالکل خالی ہے۔ نبوی طریق جیسا کہ کرنے کا تھا وہ بالکل ترک کر دیا گیا ہے اور اس کو بھُلا دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ عہد نبوت پھر آ جاوے اور تقویٰ اور طہارت پھر قائم ہو۔ اور اس کو اس نے اس جماعت کے ذریعہ چاہا ہے۔

پس فرض ہے کہ حقیقی اصلاح کی طرف تم توجہ کرو اسی طرح پر جس طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اصلاح کا طریق بتایا ہے۔

(ملفوظات جلد ۷، صفحہ ۲۵۴ تا ۲۸۶، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)



''معرفت کے پھل دینے والا درخت''

سُورۃ فاتحہ

شیخ محمد رفیق طاہر

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ فاتحہ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔''حق بات یہی ہے سُورۃ فاتحہ ہر علم اور معرفت پر محیط ہے۔ وہ سچائی اور معرفت کے کے تمام نکات پر مشتمل ہے۔...فاتحہ ایک ایسا پاکیزہ درخت ہے جو ہر وقت معرفت کے پھل دیتا ہے اور حق و حکمت کے جام سے سیراب کرتا ہے۔ جب کوئی اپنے دل کے دروازہ کو اس کا نور قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے۔تو اس کا نور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔اور وہ اس سورۃ کے پوشیدہ اسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے۔''

(کرامات الصادقین ص ۱۰۳-۱۰۴)

ذیل میں آپؑ ہی کی تحریرات پر مبنی سُورۃ فاتحہ کی نہایت مختصر تفسیر پیش خدمت ہے۔خدا کرے کہ یہ چند الفاظ قارئین کے دلوں میں اس عظیم خزانہ معرفت کو حاصل کرنے کی طلب اور شوق میں اضافہ کا موجب ہوں۔اس خزانے کو حاصل کرنے کی تحریک دلوں میں پیدا ہو۔سعی کی توفیق ملے اور بالآخر یہ عظیم الشان فصیح و بلیغ سورۃ ان کی راہنمائی کرتے ہوئے اُنہیں منزل مقصود سے ہمکنار کرے آمین۔

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحیم ۔ترجمہ۔اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (شروع کرتا ہوں) جو رحمان اور رحیم ہے۔ ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تاکید ہے۔ یہ ایک مقام عجز ہے۔ گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ اے مولیٰ کریم! ساری برکتیں تو فقط تیرے ہی نام سے ہیں۔ اگر تیرے نام کی برکتیں شامل حال نہ ہوں۔تو کوئی کام بھی صحیح طور پر پایہء تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں اس بات کا محتاج ہوں کہ میرے اس کام کی احسن پیرائے میں تکمیل کے لئے تو اس میں برکت عطا فرما۔ اپنی صفت رحمانیت کے تحت فضل فرماتے ہوئے ان امور میں بھی مدد فرما جو کہ میری عقل کے احاطہ سے باہر ہونے کی وجہ سے میرے مدّ نظر نہیں ہیں۔مگر تو جانتا ہے کہ وہ میرے اس کام کی تکمیل کے واسطے ضروری ہیں۔اور اے مولیٰ کریم! جو امور میرے مدّ نظر ہیں۔ان کے لئے بھی تو کما حقّہٗ کوشش اور محنت کرنے سے میں قاصر ہوں۔پس تو اپنی صفت رحیمیت کے تحت میری حقیر مساعی میں برکت عطا فرما۔میری دعاؤں کو قبول فرما اور ناکامی سے بچاتے ہوئے میرے اس کام کے احسن نتائج مترتب فرما۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔''غرض ہر ایک شاندار کام کے شروع میں اس مبدءِ فیوض کے نام سے مدد چاہنا جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے ایک نہایت عبودیت اور نیستی کا طریقہ ہے''

(براہین احمدیہ ص ۳۶۴-۳۴۷ حاشیہ نمبر ۱۱)

اَلحَمدُلِلّٰہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔تمام خوبیاں،تمام صفات اور تمام محاسن اپنے انتہائی کمال کے ساتھ صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔الحمدُ للہ اس بات کا اقرار ہے کہ ہر خوبی کا اصل مالک صرف خدا ہے۔ انسان لاشئے محض ہے۔اس کی ذات کے اندر کوئی خوبی نہیں۔سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے عکسی طور پر کوئی خوبی اس کو عطا کرے۔اس بات پر غور کرنے سے انسان کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے۔اور جتنا انسان اپنے آپ کو بے حقیقت سمجھتا ہے یعنی اپنی حقیقت سے باخبر ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس اَرحم الرَّاحمین کا فضل اور پیار حاصل کرتا ہے۔الحمدُ للہ

یعنی۔''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں''اس بات کا سچائی کے ساتھ اقرار کرنے والا تکبر و اَنا سے نجات پا کر معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے۔پھر الحمدُللہ مقام شکر بھی ہے کہ انسان اگر اپنے اوپر ہونے والے بے شمار فضلوں اور احسانوں کو مدنظر رکھے تو شکرانے کے طور پر''الحمدُ للہ'' بے ساختہ زبان پر آتا ہے۔ہر تکلیف، ہر ابتلاء عُسر،یُسر اور بیماری وغیرہ کے مواقع پر بھی مومن کا دل شکر الحمدُ للہ سے لبریز رہتا ہے۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ابتلاء بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔گناہ بخشے جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق ہی سے صبر اور ثابت قدمی عطا ہوتی ہے۔اور نتیجے کے طور پر انسان انعامات کا وارث قرار پاتا ہے۔اس لئے ابتلاء بھی مومن کے واسطے سراسر مقام شکر ہی ہوتا ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

الحمدُ للہ۔تمام محامد اس ذات معبود برحق مستجمع،جمیع صفاتِ کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔پس خلاصہ مطلب الحمدُ للہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں۔اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔اور جسقدر محامدِ صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لاسکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں۔

(براہین احمدیہ ص۔۳۶۷۔۳۶۴ حاشیہ نمبر۱۱)

''رَبِّ العَالَمِین''

تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ، پرورش کرنے والا،ترقی عطا کرنے والا۔صفت رب العالمین کے تحت تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش پر غور کرنے سے خدائے عزوجل کا رُعب اور جلال انسان کے دل پر اجاگر ہوتا ہے اور بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا دل سے بلند ہوتی ہے۔کس قدر وسیع کائنات ہے جو اس رب العالمین نے تخلیق فرمائی ہے۔ہماری زمین اتنی بڑی ہونے کے باوجود بعض دوسرے سیاروں کے مقابلہ میں محض ایک چنے کے دانے کے برابر ہے۔سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر بیس ارب سال تک انسان ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کے حساب سے محوسفر رہے تو وہاں بھی کائنات موجود ہے۔اس قدر وسیع کائنات میں جتنے بھی اجرام ہیں سب ایک معین نظام کے تحت اپنے اپنے دائروں میں معین رفتاروں سے اور معین قوتوں سے سفر کر

رہے ہیں۔ اور یہ سارا نظام معین اصولوں کے تحت چل رہا ہے۔ اور معین اصولوں کے تحت وسعت پذیر ہے۔ خدا ہی ہے جس نے اس کائنات کا نقشہ سوچا اور تخلیق کیا اور وہی ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ زمین کے علاوہ بھی کہیں زندگی پائی جاتی ہے یا نہیں؟۔ لیکن زمین پر تو بہرحال موجود ہے۔ وہ رب العالمین زمین پر موجود ہر ذی رُوح کی کیا احسن طریق پر ربوبیت فرماتا ہے۔ ہر ذی رُوح کو اس کی ضرورت کے مطابق اور اس کے حالات کے مطابق رزق پہنچانا اسی کا کام ہے۔ وہ رب العالمین خدا نہ صرف پرورش فرماتا ہے بلکہ ہر ذی رُوح کو اس کی استعداد کے مطابق ترقی کے سامان بھی بہم پہنچاتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔" ترتیب طبعی کے لحاظ سے پہلی خوبی وہ ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت یعنی پیدا کرنا اور کمال مطلوب تک پہنچانا تمام عالموں میں جاری وساری ہے۔ یعنی عالم سماوی اور عالم ارضی اور عالمِ اجسام اور عالمِ ارواح اور عالمِ جواھر، اور عالمِ اعراض، عالمِ حیوانات، عالمِ نباتات اور عالمِ جمادات اور دوسرے تمام اقسام کے عالم اس کی ربوبیت سے پرورش پا رہے ہیں۔ (ایام صلح ص ۱۸-۱۹)

محنت یا کوشش کا دخل نہیں بلکہ یہ صرف اَرحم الراحمین کی عطائے محض ہے۔ مثلاً انسانی ضرورت کے واسطے چاند، سورج، ستارے، نباتات و جمادات کا پیدا کرنا، بارش برسانا۔ ہر جاندار کو پیدائش سے پہلے ضروری تربیت مہیا فرمانا جیسے مُرغی کے چوزے کو دانہ چُگنا اور گائے کے بچھڑے کو دودھ چوسنا، اس کی صفت رحمانیت کے تحت اس دنیا میں آنے سے پہلے سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کی اصلاح اور نجات کے واسطے کلامِ الٰہی کا نزول اور انبیا اکرام علیہم السلام کی بعثت بھی صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا اور قرآن کریم کا نازل ہونا کیا عرب قوم کی کسی خوبی، دعا یا عمل کا نتیجہ تھا؟ نہیں!! یہ صرف صفت رحمانیت کا جلوہ ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔" اذن الٰہی سے صفت الرحمان کا فیضان انسان اور دوسرے حیوانات کو قدیم سے حکمت الٰہیہ کے اقتضاء اور جوہر قابل کی قابلیت کے مطابق پہنچتا رہا ہے۔ نہ کہ مساوی تقسیم کے طور پر اور صفت رحمانیت میں انسانوں یا حیوانوں کے قویٰ کے کسب اور عمل اور کوشش کو کوئی دخل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خالص احسان ہے جس سے پہلے کسی کا کچھ عمل بھی موجود نہیں ہوتا اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عام رحمت ہے جس میں ناقص یا کامل شخص کی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا"۔ (اعجاز المسیح ص ۹۰)

الرحمٰن

بن مانگے دینے والا، بغیر عمل کے دینے والا۔ یہ خدا تعالیٰ کے وہ احسانات ہیں جن میں کسی بھی ذی رُوح کی کسی

اَلرَّحِیم

عمل کا نتیجہ پیدا کرنے والا، بار بار رحم کرنے والا،

دُعاؤں کو قبول کرنے والا، کوششوں کو باا ثر کرنے والا۔صفت رحمانیت میں جو عطا کیا جاتا ہے وہ بلا محنت، کوشش اور دعا کے ہوتا ہے۔لیکن صفت رحیمیت انسان کی کوششوں کی بارآوری کا نام ہے۔خدائے رحیم انسان کے ناقص اعمال کواور ادُھوری کوششوں کومحض اپنے فضل اور رحم کے ساتھ قبول فرما کران کے بہتر نتائج پیدا فرماتا ہے۔اور بعض دفعہ بہت تھوڑی کوشش کا بہت زیادہ پھل عطا فرماتا ہے ۔سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔’’پھر دوسرا کام اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفتِ رحیمیت کوظاہر کرے اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہےاس پر نیک ثمرہ مرتب کرےاوراسکی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچا کر گوہر مراد عطا فرما دے اس صفتِ ثانی کی رُو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے جو مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے۔جو کھٹکھٹاتا ہےاس کے واسطے کھولا جاتا ہے یعنی خدا تعالیٰ صفتِ رحیمیت سے کسی کی کوشش اورمحنت کوضائع نہیں ہونے دیتا۔‘‘۔

(براہین احمدیہ جلد چہارم ص ۳۶۴۔۳۴۷ حاشیہ ۱۱)

مالکِ یومِ الدّین

وہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔اچھے کام کا بدلہ اس جہان میں بھی ملتا ہےاوراگلے جہان میں بھی۔اس طرح برے کاموں کی سزا بھی اسی جہان میں ملنا شروع ہو جاتی ہےلیکن مدِ نظر رہے کہ وہ مالک ہے جو کہ مَلِک یعنی جو بادشاہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔بادشاہ انصاف کا پابند ہوتا ہے۔

لیکن مالِک بادشاہ کی طرح انصاف کرنے پر پابند اور مجبور نہیں ہوتا۔نیکی کا اجر وہ اپنی ملکیت کی بناء پر جس قدر چاہے بڑھا کر دے سکتا ہے اور گناہوں کی سزا میں جس قدر چاہے تخفیف کرسکتا ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعودومہدی موعودعلیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔’’ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفواور درگذر کے خلاف ہے۔کیونکہ وہ مالک ہے نہ صرف ایک مجسٹریٹ کی طرح۔جیسا کہ اس نے قرآن شریف کی پہلی سُورۃ میں ہی اپنا نام مالک رکھا ہے۔اور فرمایا کہ مالکِ یوم الدّین یعنی جزا سزا کے دن کا مالک ہے اور ظاہر ہے کوئی مالک مالک نہیں کہلا سکتا جب تک دونوں پہلوؤں پر اسے اختیار نہ ہو۔یعنی چاہےتو پکڑ لے اور چاہے تو چھوڑ دے‘‘ (چشمہ معرفت ص ۱۶)

پھر فرماتے ہیں۔ مالکِ یوم ا لدّین سے یہ مراد نہیں کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہےمگر ایک قسم کی مجازات اسی دنیا میں شروع ہے جس کی طرف آیت یَجعَل لَّکُم فُرقانا

(انفال ۳۰) اشارہ کرتی ہے (کشتی نوح ص ۳۹)

اِیّاکَ نَعبُدُ وَاِیّاکَ نَستَعین

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔عبادت کرنے یا عبد بننے کا دعویٰ بڑا مشکل دعویٰ ہے ہم اپنی زبان سے تو یہی کہتے ہیں کہ اے خدا ہم تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں لیکن کیا ہم واقعی عبادت کا حق

ادا کرنے والے ہیں کیا واقعی ہم عبد بننے کے تقاضے ہم سے پورے ہوتے ہیں؟۔

البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اے رب العلمین اے رحمان اور رحیم ہم تیری عبادت سنوار کر کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ تو اپنے رحم کے ساتھ ہماری کمزوریوں کو دور فرما اور اپنی جناب سے ہماری مدد فرماتے ہوئے ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیرے عبد بن سکیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ چھٹی صداقت جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔

اِیّاکَ نَعبَدُوَاِیّاکَ نَستَعین ہے جس کے معنی ہیں ۔ اے صاحبِ صفات کاملہ اور مبدء فیوض اربعہ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔ اور ضرورتوں اور حاجتوں میں مدد بھی تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔ یعنی خالصتاً معبود ہمارا تو ہی ہے۔ اور تیرے تک پہنچنے کے لئے کوئی اور دیوتا ہم اپنا ذریعہ قرار نہیں دیتے۔ نہ کسی انسان کو، نہ کسی بُت کو، نہ اپنی عقل کو اور نہ اپنے علم کو کچھ حقیقت سمجھتے ہیں اور ہر بات میں تیری ذات مطلق سے مدد چاہتے ہیں (براہین احمدیہ ص ۴۵ ۔ ۴۳۹ حاشیہ ۱۱)

مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ اِیّاکَ نَعبدُ ۔ گو انسانی فطرت کا اصل تقاضا اور منشاء ہے اور وہ اِیّاکَ نَستَعین کے بغیر پورا نہیں ہوتا لیکن اِیّاکَ نَعبدُ کو اِیّاکَ نَستَعین پر مقدم کر کے یہ بتایا ہے کہ پہلے ضروری ہے کہ جہاں تک انسان کی اپنی طاقت، ہمت اور سمجھ میں ہو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے راہوں کے اختیار کرنے میں سعی اور مجاہدہ کرے۔ اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے پورا کام لے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ سے اس کی تکمیل اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے دعا کرے۔ (الحکم ۲۴ ۔ اکتوبر ۱۹۰۴ ص ۲ ۔ ۶ مارچ ۱۹۰۵ ص ۵) پھر آپ فرماتے ہیں۔ ''نماز میں سورۃ فاتحہ کی دعا کا تکرار نہایت موثر چیز ہے۔ کیسی بے ذوقی اور بے مزگی ہو اس عمل کو برابر جاری رکھنا چاہیئے یعنی کبھی تکرار آیت اِیّاکَ نَعبَدُوَاِیّاکَ نَستَعین اور کبھی تکرار اِھدِنا الصراط المستقیم کا اور سجدہ میں یا حی یا قیوم برحمتک استغیث.

(الحکم ۲۰ فروری ۱۸۹۸ ص ۹)

اِھدِنَا الصِرَاطَ المُستَقِیم

ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ایسا راستہ جو انسان کو کم سے کم وقت میں یقینی طور پر منزل مقصود تک پہنچا دے۔ المستقیم کہلاتا ہے۔ یہاں صراطِ مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جو انسان کو اس کے مقصد حیات سے ہم کنار کرے۔ یعنی اسے معبود حقیقی تک پہنچا دے۔ ایسا راستہ جس پر چل کر اسے معرفتِ الٰہی نصیب ہو۔ اور وہ انعام یافتہ لوگوں میں شمار ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ ''پس خلاصہ یہ ہے کہ اِھدِنَا الصراط المستقیم کی دعا انسان کو ہر کجی سے نجات دیتی ہے اور اس پر دین قویم کو واضح کرتی ہے اور اس کو ویران گھر سے نکال کر پھلوں اور خوشبوؤں سے بھرے باغات میں لے جاتی ہے اور جو شخص بھی اس دعا میں زیادہ آہ وزاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خیر و برکت میں بڑھاتا ہے ''۔ (کرامات الصادقین ۹۴)

صِراطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ان انعام یافتہ لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ملتا ہے۔

"فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنعَمَ اللّٰہُ عَلَیھِم مِنَ النَّبِیِّینَ وَ الصِّدِّیقِینَ وَ الشُّھُدَآءِ وَالصَّالِحِین (پ۵رکوع۶)

اس راستہ پر چل کرانسان صالح،شہید،صدیق اور نبی تک کا مقام حاصل کرسکتا ہے۔حضرت مسیح موعوؑد فرماتے ہیں:۔"ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم ۔اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقیِ ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔نبیوں کا کمال،صدیقوں کا کمال،شہیدوں کا کمال،صلحاء کا کمال۔سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانے پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرلے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں۔اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دے اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جاوے۔اور مردِ صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر قسم کے فساد سے دور ہو جاوے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں۔اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں۔تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کرسکتا ہے جب وہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے"۔(ضمیمہ۵تریاق القلوب ص۴)

غَیرِالمَغضُوبِ عَلَیھِم وَ لَا الضَّآ لِّین

نہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔اور نہ ان لوگوں کے راستے پر جو گمراہ ہوئے۔مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ **مغضوب علیھم** سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان کو یہ دعا کیوں سکھائی گئی اس بارہ میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔"قرآن شریف کی پہلی ہی سُورۃ میں جو اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ **مغضوب علیھم** اور ضالین لوگوں میں سے نہ بننا۔یعنی اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کے خصائل کو اختیار نہ کرنا۔اس میں بھی ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ بعض مسلمان ایسا کریں گے یعنی ایک زمانہ آئیگا کہ ان سے بعض یہود و نصاریٰ کے خصائل اختیار کریں گے کیونکہ حکم ہمیشہ ایسے امر کے متعلق دیا جاتا ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والے بعض لوگ ہوتے ہیں۔

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ ص ۱۰)(ماخوذ)

مسجد المہدی میں رشتہ ناطہ کے لئے ملاقاتوں کا خصوصی پروگرام



اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے نارتھ ویسٹ ریجن کی جماعت کو مسجد المہدی بریڈفورڈ میں نیشنل رشتہ ناطہ کے ایک خصوصی پروگرام کی میزبانی کا شرف ملا۔

برطانیہ کی تمام جماعتوں میں اس پروگرام کے منعقد ہونے سے چند ہفتے قبل جنرل سیکرٹری آفس کے ذریعہ ایک فلائر بھیجا گیا۔ ریجنل امراء اور شعبہ رشتہ ناطہ کی طرف سے اس پروگرام میں شمولیت کے لئے رجسٹریشن کے لئے ایک لنک بھی بھیجا گیا۔

اس مقصد کے لئے مورخہ ۱۱ نومبر ۲۰۲۲ء تک رجسٹریشن کھولی گئی۔ تاہم پہلے سے طے شدہ ملاقاتوں کے لئے حتمی تاریخ ۴ نومبر ۲۰۲۲ء تھی۔ یہ رجسٹریشن پروفائل سیٹ ان لوگوں کے لئے تھی جو رشتہ خود منتخب کرنا چاہتے تھے اور مسجد المہدی آمد پر ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ مردوخواتین سہولت کاروں میں سے ہر ایک کو دودو۔ تین تین افراد دیئے گئے تھے تاکہ وہ ملاقات کے سلسلہ میں ان افراد کی مدد یا سہولت مہیا کر سکیں۔

قبل ازیں اس پروگرام کی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے مکرم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے صدران ،مقامی تنظیموں کے ریجنل امراء کے ساتھ بہت سے اجلاسات کئے نیز ملاقات کے لئے ۱۷ سے ۲۰ کے قریب پرائیویٹ کمروں کا انتظام کیا۔ اسی طرح آمد اور روانگی پر ریفریشمنٹ کا انتظام کیا گیا۔ رشتہ ناطہ کے اس پروگرام کے لئے مکرمہ رضیہ امینی صاحبہ ریجنل صدر لجنہ کو ۲۰۰ سے زائد لوگوں کے لئے (اور نارتھ ایسٹ ریجن کی امیر صاحب کے ساتھ ملاقات کے لئے مزید ۱۵۰) سینڈوچ کی تیاری کی ذمہ داری سونپی گئی۔ مکرم شہزاد قیصر صاحب ،سیکرٹری ضیافت بریڈفورڈ، اور ان کی ٹیم نے روانگی پر ۲۰۰ سے زائد لوگوں کے لئے بریانی کے بکس تیار کئے۔

حضور انور کی خدمت میں اس پروگرام کی کامیابی کے لئے دعا کی خصوصی درخواست کی گئی۔

مکرم امیر صاحب یوکے کی خدمت میں اس پروگرام کی صدارت کے لئے درخواست کی گئی جو اظہار شفقت قبول کر لی گئی۔ اس روز کل ۲۳ رجسٹرڈ افراد (بشمول ۱۲ مرد، ۱۱ خواتین نیز ۱۵ ایڈہاک رجسٹرڈ خواتین) پروگرام میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے نیز کل ۱۹۰ افراد بشمول والدین اس پروگرام میں شریک ہوئے۔

اس پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا مکرم انور صاحب نے انگلش ٹرانسلیشن پیش کی۔ مکرم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نیشنل رشتہ ناطہ و قائمقام امیر نارتھ ایسٹ نے استقبالیہ خطاب پیش کیا اور اس پروگرام کی بابت مختصر تعارف پیش کیا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام افراد اپنے سہولت کاروں کے ساتھ میٹنگ میں چلے گئے۔ مکرم امیر صاحب یوکے نے رشتہ ناطہ فورم ،صدران نارتھ ایسٹ ریجن اور عاملہ سے ان پروگراموں کے اہم کردار پر خطاب کیا۔

مکرم امیر صاحب اور ان کی عاملہ بمع بیگمات میں سے ہر ایک نے اس پروگرام کی کاوش کو خصوصی طور پر سراہا۔

اس سلسلہ میں کل ۴۶ ملاقاتیں ہوئیں اور زیادہ تر لوگوں نے ۲ یا ۳ ملاقاتیں کیں۔ تمام مردوزن نے مثبت فیڈ بیک پیش کی کہ پروگرام کو عمدہ انداز میں چلایا گیا اور تمام شاملن کا خصوصی خیال رکھا گیا۔ تاہم اکثر افراد نے ان ملاقاتوں کے لئے زیادہ وقت رکھنے کی درخواست کی۔ تمام امیدواران اور والدین نے اس پروگرام کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا۔ پروگرام کے اختتام پر نیشنل سیکرٹریان نے محترم امیر صاحب کی رہنمائی اور مدد کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اس پروگرام کے انعقاد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے عمومی طور پر سب کا اور خصوصی طور پر مقامی انتظامیہ اور سہولت کاروں کا شکریہ ادا کیا۔





رضا کاروں کی یاد
اوران کی عزت افزائی کے لئے ایک شام

ازمنیر احمد۔سیکرٹری امور خارجہ

ہڈز فیلڈ نارتھ اور ساؤتھ جماعتوں نے اجتماعی طور پر اپنے رضا کاروں کی یاد اوران کی عزت افزائی کے لئے مورخہ ۱۹ نومبر ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ کو ہڈز فیلڈ سینٹر میں ایک خصوصی شام منعقد کروائی۔

اس پروگرام کے انعقاد کے لئے دو ماہ پہلے ایک آرگنائزنگ کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے منتظمین کے کردار اور ذمہ داریاں طے کیں۔مکرم منیر احمد صاحب کو اس پروگرام کے انعقاد کی سربراہی سونپی گئی۔

شام ۵ بجے مکرم طاہر شکراللہ صاحب کی تلاوت قرآن کریم مع انگلش ٹرانسلیشن کے ساتھ پروگرام کا آغاز ہوا۔بعدازاں مکرم منیر احمد صاحب سیکرٹری امورخارجہ نے استقبالیہ خطاب اور تعارف پیش کیا۔

مکرم ڈاکٹر عرفان ملک صاحب، جو جماعت کے ایک محقق ہیں، نے ہندوستانی سپاہیوں کی جنگ عظیم اول میں خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی پریزینٹیشن پیش کی۔

بین المذاہب نمائندگان میں سے ہندو اور عیسائی ممبران نے اپنے خطابات پیش کئے۔ان دونوں معزز ممبران نے اسی مثبت تعلق پر زور دیا جو کہ ہڈز فیلڈ میں جماعت اور دوسرے مذاہب کے درمیان موجود ہے جس کی وجہ سے مذہبی رواداری اور ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔

پروگرام میں امن چیریٹی واک پر مشتمل ایک مختصر وڈیو بھی چلائی گئی جس میں یوکے بھر میں پوپی اپیل برٹش لیجن میں جماعت کی بھرپور شمولیت کی جھلکیاں پیش کی گئیں۔

بل پگٹ وائس چیئر آر بی ایل ہڈز فیلڈ نے اپنے خطاب میں ہڈز فیلڈ جماعت کے رضا کاران کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے رواں سال پوپی اپیل کے دوران سخت محنت کی۔انہوں نے عالمی جنگوں میں شامل مسلح افواج کے سابق و حاضر سروس اہلکاروں اور ان کے خاندانوں کی مدد کے لئے ہمارے اہم کردار پر زور دیا۔

گیلین کار، جو کہ کمیونٹی فنڈ ریزر ہیں، نے ہڈز فیلڈ جماعت کے رضا کاران کا پوپی اپیل میں چندہ اکٹھا کرنے میں شرکت کا خصوصی تذکرہ کیا۔انہوں نے رواں سال ۱۰۵۰۰ پاؤنڈ سے زائد کی رقم اکٹھی کی اور آج تک کی یہ سب سے زیادہ رقم ہے۔

بل پگٹ اور گیلین کار نے مکرم منیر احمد صاحب کو ہڈز فیلڈ اور یارک شائر ریجن میں کئی سالوں تک سخت محنت اور لگن سے کام کرنے پر ہڈز فیلڈ آر بی ایل کی جانب سے ”نامعلوم سپاہی“ کی تختی اور دوسری عالمی جنگ کی مسلح افواج کی پن پیش کی۔

مکرم منیر احمد صاحب نے اس پروگرام میں شامل نہ ہو سکنے والے ویسٹ یارک شائر کے لارڈ لیفٹیننٹ ایڈ اینڈرسن، شبیر پینڈور لیڈر آف کرکلیس کونسل اور دیگر پارلیمانی ممبران کے پیغامات پڑھ کر سنائے۔

کونسلر کیچل برک ڈپٹی میئر کرکلیس کونسل نے اپنے اہم خطاب میں فرمایا کہ وہ کونسلر محمود احمد مئیر کرکلیس کے ساتھ پوپی اپیل کے افتتاح کے وقت ٹاؤن ہال میں موجود تھے اور وہ جانتے ہیں کہ جماعت کے رضا کاران کیسے سارا سال کام کرتے ہیں۔

مسٹر سٹیورٹ برین برج، جو ویسٹ یارک شائر پولیس میں ڈیٹیکٹو سپرنٹنڈنٹ ہیں اور یہاں پر چیف سپرنٹنڈنٹ مسٹر جم گرفتھ کی نمائندگی کر رہے تھے، نے اپنے خطاب میں جنگ عظیم میں ہندوستانی فوجیوں کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور اس پروگرام میں شمولیت کا دعوت نامہ ملنے پر جماعت کا شکریہ ادا کیا۔

''گرم کمرہ کے لئے پہلا قدم''

Warm Room Initiative





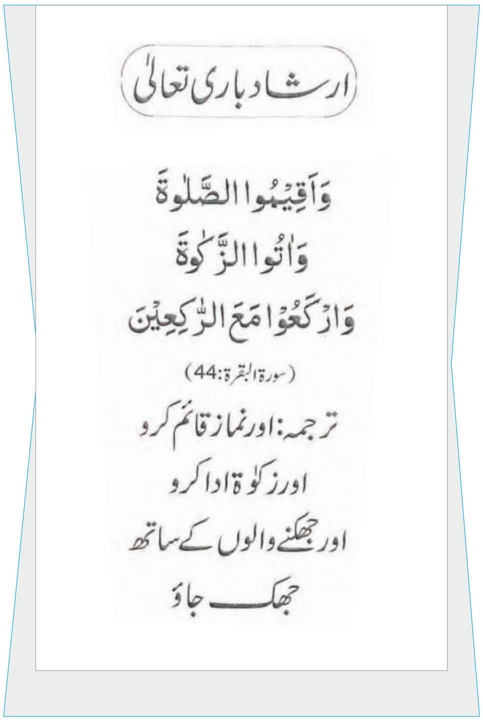
مورخہ ۲۱ نومبر ۲۰۲۲ء بروز پیر مسجد بیت الفتوح میں امور عامہ کے زیر انتظام ''وارم روم'' کو متعارف کروانے کے ساتھ ایک نیا قدم اٹھایا گیا۔ کمپلیکس کے اگلے دروازے پر اسکاؤٹ ہٹ تھا جس کا مقصد تعمیر مکمل ہونے پر اسے مین کمپلیکس کی مخصوص جگہ پر منتقل کرنا تھا۔ اس کام کا مقصد ان لوگوں کو سہولت فراہم کرنا ہے جو ریٹائرڈ ہو چکے ہیں یا ان دوسرے لوگوں کے لئے جن کے پاس ہلکی پھلکی سرگرمیوں اور آرام سے بات چیت کرنے کا فارغ وقت ہے۔ ہر پیر، منگل اور بدھ کو سہ پہر دو بجے سے شام ۵ بجے تک اس کو چلانے کا منصوبہ ہے۔

مورخہ ۲۱ نومبر ۲۰۲۲ء کو مکرم محمد اکرم احمدی صاحب چیئر مین آئی اے اے ای نے دعا کے ساتھ اس کا افتتاح کیا۔

تقریباً ۴۰ لوگوں نے اس پروگرام میں شرکت کر کے اسے انتہائی مقبول ثابت کیا۔ یہ لوگوں کے لئے اکٹھا ہونے اور اپنے تجربات کے اشتراک کا مرکز بن چکا ہے۔ ان میں سے کچھ بہت ہی متاثر کن اور حوصلہ افزا ہیں جبکہ کچھ مزاحیہ بھی ہیں۔ ان سے سبھی خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پروگرام کے شرکاء کو مصروف رکھنے کے لئے ایک ٹیلی وژن بھی لگایا گیا ہے نیز پڑھنے کے لئے کافی مواد بھی موجود ہے۔

۲۸ نومبر بروز پیر مکرم مبارک صدیقی صاحب ریجنل امیر بیت الفتوح اسکاؤٹ ہٹ میں شرکاء میں سے ایک تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اس نشست میں لوگوں کو خوب محظوظ کیا۔ دیگر احباب کو بھی اس طرح اپنی شاعری پیش کرنے کی حوصلہ افزائی ملی۔

''وارم روم'' کا تصویر پورے برطانیہ میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ کولئیر ز ووڈ میں بیت الاحسان نے اس کام کا آغاز کیا ہے۔ مسجد فضل میں مکرم رانا عرفان صاحب مقامی صدر نے ۳۹ گریسن ہال روڈ پر اس کو متعارف کروایا جس پر ممبران کی جانب سے مثبت رد عمل سامنے آیا۔



ارشاد باری تعالیٰ

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ
وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ
(سورۃ البقرۃ:44)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو
اور زکوٰۃ ادا کرو
اور جھکنے والوں کے ساتھ
جھک جاؤ

اس سلسلہ میں صبح اور سہ پہر میں دو خصوصی ورکشاپس کا اہتمام کیا گیا۔

نماز ظہر و عصر اپنے مقررہ وقت پر ادا کی گئیں جس کے بعد دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ سہ پہر کے سیشن کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی جس کے بعد مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ بعد ازاں مکرم عطاء القدوس صاحب اور مکرم نصیر ڈین صاحب نائب امراء نے وفود سے خطاب کیا۔

مکرم رفیق احمد حیات صاحب نیشنل امیر یوکے نے شام سوا پانچ بجے اہم خطاب فرمایا جس میں ہر احمدی کی عقل و دانش کے ساتھ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کی ذمہ داری پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ تبلیغ کا کام ایمانداری اور لگن سے مثالی رنگ میں کیا جانا چاہیئے جیسا کہ یہ اصول معاشرے میں پہلے سے ہی جڑ پکڑ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ احمدی اپنے وقار کے وجہ سے نمایاں مقام رکھتے ہیں اور اسی خوبی کی وجہ سے لوگوں کو ان کے خالق کی پہچان کرانے کی طرف دانشمندی سے کھینچا جانا چاہیئے۔ محترم امیر صاحب نے ابتدائی مبلغین کا تذکرہ بھی کیا جنہوں نے محدود ذرائع ہونے کے باوجود مقامی آبادی کی ایک بہت بڑی تعداد پر مثبت اثر ڈالا۔ نیز فرمایا کہ ہمیں ان مبلغین کی مثال سامنے رکھتے ہوئے اپنے پروگرام مرتب کرنے چاہئیں۔ مکرم امیر صاحب نے یوکے میں تبلیغی مساعی کی کامیابی کے لئے دعا کروا کر اس پروگرام کا اختتام کیا۔
اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پروگرام کو انتہائی کامیاب سمجھا گیا۔

فون کال برائے دعاء

اسلام آباد UK میں ھر وقت
اس نمبر پر فون کال کر کے دعا یئہ درخواست کی جا سکتی ھے۔

0044 - 20 3988 3800
0044-20 8877 5500

یہ فون لائن 24 گھنٹے کھلی ھوتی ھے۔ اسی لئے دنیا سے ھر ملک کے لوگ جب بھی چاہیں فون کر کے اپنے پیغامات لکھوا سکتے ھیں۔

قرآن کریم



ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نورحقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔

حضرت مرزا غلام احمد، مسیح موعودؑ۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13۔ صفحہ 65

نیشنل تبلیغ سیمینار

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے مورخہ ۲۷ نومبر ۲۰۲۲ء بروز اتوار مسجد بیت الفتوح میں دو سال کے وقفہ کے بعد نیشنل تبلیغ سیمینار منعقد ہوا۔ پروگرام سے پہلے اس کی منصوبہ بندی کے لئے شعبہ تبلیغ میں بہت سے اجلاسات ہوئے۔ پروگرام کے حوالے سے صدران، تبلیغ سیکرٹریان، ریجنل امراء اور ریجنل مبلغین سے رابطہ رکھا گیا اور پروگرام کے لئے رجسٹریشن کروانے کے حوصلہ افزائی کی گئی۔ برطانیہ بھر میں لمبے فاصلے تک بعض وفود نے سفر کیا۔ مرکزی سیمینار پروگرام سے پہلے ۹ بجے ایک زبردست ناشتہ کا انتظام کیا گیا۔

حسب روایت پروگرام کا آغاز مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔

مکرم عثمان احمد صاحب نائب سیکرٹری تبلیغ یوکے نے اس روز کے پروگرام کا تعارف کروایا جس میں انہوں سیمینار کی اہمیت اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ قبل ازیں مکرم مولانا نسیم باجوہ صاحب نے تبلیغ کے اپنے ذاتی تجربات، مقاصد کے تعین کی اہمیت نیز تبلیغ کے سلسلہ میں ہونے والے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ کیا جس سے مندوبین متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

مکرم محمد ابراہیم اخلاف صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ نے اپنے استقبالیہ خطاب میں فرض نمازوں کی ادائیگی میں مستعد رہنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے سیمینار کے مقاصد کا بھی اعادہ کیا اور انفرادی تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آج کل کے مشکل معاشی دور میں پڑوسیوں، غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے تبلیغ ہینڈ بک میں شامل اہم نکات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ کس طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچایا جائے اور صرف خشک منطق پر بحث نہ کی جائے۔

استقبالیہ خطاب کے اہم نکات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور قرآن کریم سے بعض آیات کا موازنہ کیا گیا۔ ان مثالوں میں اللہ تعالیٰ وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ ماضی میں جنہوں نے نماز کو بھول دیا ان کے لئے کس طرح تباہ کن نتائج پیدا ہوئے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی زندگی سے یہ مثالیں بھی بیان کی گئیں کہ کس طرح انہوں نے مشکلات اور مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جب ابوطالب نے درخواست کی کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے رک جائیں اور آپ نے جواباً فرمایا کہ وہ اس مقصد کے لئے خوشی سے مرنا پسند کریں گے اور موت کے خوف سے نیکی کو پھیلانے سے نہیں رکیں گے۔ آپ نے اپنے چچا سے کہا کہ اگر وہ سمجھتے ہیں وہ ان کی حفاظت کررہے ہیں تو اپنی حفاظت واپس لے لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا بہترین نگہبان اور حفاظت کرنے والا ہے۔ پروگرام کی کامیابی کے لئے دعا کے ساتھ افتتاحی سیشن کا اختتام ہوا۔

سیمینار کے دوران چار اہم پہلوؤں پر تربیت دی گئی جن میں:

- تبلیغ ہینڈ بک
- سوشل میڈیا
- تربیت کی ضرورت کے مطابق برین سٹارمنگ
- افراد جماعت کو تبلیغ سے منسلک کرنا

اس روز ۲۰۷ وفود نے سیمینار میں شرکت کی اور ان وفود کے لئے مذکورہ چاروں پہلوؤں کی ٹریننگ یقینی بنانے کا موقع فراہم کیا گیا۔

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے

2023ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 04 اور 05 جولائی 2023ء کو انشاءاللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار

جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ کیلئے درخواست دہندگان میں سے A-Levels کا فائنل امتحان پاس کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درخواست دہندہ کیلئے A-Levels کے فائنل امتحان میں کم از کم تین مضامین میں B گریڈ اور جی سی ایس ای (GCSE) کے مضامین میں 8 اور 9 گریڈ ہونا ضروری ہے۔ **BTEC کے طریق تعلیم میں پاس کیا ہوا امتحان جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ کیلئے قابل قبول نہیں ہوگا۔**

عمر

جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہئیے۔

میڈیکل سرٹیفکیٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہئیے۔

تحریری ٹیسٹ وانٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی وار دو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ **تاہم ترجمہ قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ، کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور عام ودینی معلومات کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ ان چیزوں میں بھی اس کا مناسب حد تک علمی رجحان موجود ہے کہ نہیں۔**

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہو گی، **نامکمل درخواست پر کاروائی نہیں کی جائے گی**:۔

۱۔درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

۲۔درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفیکیٹ (بزبان انگریزی)۔

۳۔جی سی ایس ای/اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔

۴۔پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

۵۔درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

۶۔درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔

متفرق ہدایات

۱۔درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

۲۔مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں **30مئی 2023ء** تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۳۔جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

Jamia Ahmadiyya UK
Branksome Place
Hindhead Road
Haslemere
GU27 3PN
Tel: +44(0)1428647170
+44(0)1428647173
Mob: +44(0)7988461368
Fax: +44(0)1428647188

۴۔رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

گلدستہ

''اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی''

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کیا۔تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں زبردست پیشگوئی ہے۔وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے ....اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں............اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240-241)

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دِل بدل دیا

(انتخاب از دُرِّثمین)

دو حرفی اختلاف

1974 کے بدنامِ زمانہ فیصلے کے کچھ عرصے بعد فیصل آباد کے نامور بریلوی عالمِ دین مولوی سردار احمد صاحب دیالگڑھی کے بعض معتقد علماء ربوہ آئے۔میں نے ان سے کہا کہ آپ حضرات سے جماعت احمدیہ کا اختلاف صرف دو لفظی ہے۔انہوں نے حیرت زدہ ہو کر اس کی وضاحت چاہی۔جس پر میں نے عرض کیا کہ ہمارا اختلاف صرف لفظ" **توفّی** "اور" **مع** " کے معنوں میں ہے۔جس کا فیصلہ **کتاب اللّٰہ** سے لینا چاہئے۔قرآن کا کتنا زبردست اعجاز ہے کہ اس نے ایک ہی فقرے **وَتَوَفَّنَامَعَ الاَبْرَار** میں دونوں متنازع لفظوں کو جمع کر کے دن چڑھا دیا ہے۔فرمایئے کیا اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے خدا نیکوں کے ساتھ ہمیں آسمان پر اُٹھا لے؟ یا یہ کہ جب کوئی نیک بندہ مرنے لگے تو ساتھ ہی ہمارا بھی ہارٹ فیل ہو جائے؟ اس اِستدلال نے انہیں بالکل لاجواب کر دیا اور ان کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

(از محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب بحوالہ کتاب دلچسپ علمی واقعات صفحہ 42)

بچوں پر شفقت کی ایک حسین مثال

محترمہ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے بیان کرتی ہیں کہ آپ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہاں تشریف لاتیں تو بڑی بچی رحیم بی بی کو بھی

ساتھ لے آتیں۔ایک بے حد دلچسپ واقعہ اس بچی کی ایک بھولپن کی فرمائش کا محترمہ اہلیہ حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب نے سنایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔ بچی حضرت صاحب کو پنکھا کر رہی تھی خدا جانے اس بچی کے دل میں کیا آیا کہ وہ ایک کھڑکی پر چڑھ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

''حضرت جی آپ یہاں آجائیں تو میں آپ کو پنکھا کروں۔''

اور حضرت اقدس اپنا کام چھوڑ کر بچی کی دلجوئی کی خاطر اُٹھ کر کھڑکی کے پاس تشریف لے آئے۔

(بحوالہ کتاب ''زندہ درخت'' مصنفہ: امتہ الباری ناصر۔صفحہ 64-65)

خلافت سے فیض پانے کی شرط

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''تمکنت حاصل کرنے اور نظامِ خلافت سے فیض پانے کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہوگے۔ پھر شکر گزاری نہیں ناشکر گزاری ہوگی اور نافرمانوں کیلئے خلافت کا وعدہ کا نہیں ہے بلکہ مومنوں کیلئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظامِ خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظامِ خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یعبدوننی یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے، تب فائدہ اُٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔''

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 151)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی پُرحکمت باتیں

گرم پلاؤ

میرے ایک محسن مولوی عبدالرشید تھے۔ وہ مراد آباد میں ایک مسجد کے حجرہ میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مہمان عشاء کے بعد آ گیا۔ حیران ہوئے کہ اب اس مہمان کا کیا بندوبست کروں۔ انہوں نے مہمان سے کہا کہ آپ کھانا پکنے تک آرام کریں۔ وہ مہمان لیٹ گیا اور سو گیا۔ انہوں نے وضو کر کے قبلہ رُخ بیٹھ کر یہ دعا پڑھنی شروع کی :افوض امري الى الله ان الله بصير بالعباد۔ جب اتنی دیر گزری کہ جتنی دیر میں کھانا پک سکتا ہے اور یہ برابر دعا پڑھنے میں مصروف تھے کہ ایک آدمی نے باہر سے آواز دی کہ حضرت میرا ہاتھ جلتا ہے جلدی آؤ۔ یہ اٹھے ایک شخص تانبے کی رکابی میں گرم گرم پلاؤ لئے ہوئے آیا۔ انہوں نے لیا اور مہمان کو اٹھا کر کھلایا۔ بعد میں اس رکابی کا کوئی مالک نہ ملا۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۷ جولائی ۲۰۱۲)

قیمتی خلعت

میں کشمیر میں دربار کو جا رہا تھا۔ یار محمد خاں ایک شخص میری اردلی میں تھا۔ اس نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو یہ پشمینہ کی چادر ہے یہ ایسی ہے کہ میں اس کو اوڑھ کر آپ کی اردلی میں بھی نہیں چل سکتا۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھ کو اگر بری معلوم ہوتی ہے تو میرے خدا کو تجھ سے بھی زیادہ میرا خیال ہے۔ جب میں دربار میں گیا تو مہاراجہ نے کہا کہ آپ نے ہیضہ کی وبا میں بڑی کوشش کی ہے آپ کو تو خلعت ملنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک قیمتی خلعت دیا۔ اس میں جو چادر تھی وہ نہایت ہی قیمتی تھی۔ میں نے یار محمد خاں سے کہا کہ دیکھو ہمارے خدا کو ہمارا کیسا خیال ہے۔ (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۷ جولائی ۲۰۱۲)

یہ نسخہ بھی آزما

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے 1912 میں ایک خطاب میں تمباکو نوشی چھوڑنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ اخبار الحکم لکھتا ہے کہ بہت سے آدمیوں نے حقہ نوشی سے توبہ کر لی اور حقے ٹوٹ

گئے۔ مدرسے کے وہ طالب علم جو سگریٹ نوشی کے عادی تھے وہ اپنی توبہ کی درخواستیں پہ در پہ بھیج رہے ہیں۔ بعض کو اس قبیح عادت کے ترک سے تکلیف بھی ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ان کے لئے درج ذیل نسخہ تجویز کیا ہوا ہے۔ فرمایا جب حقے کی خواہش پیدا ہو تو چند کالی مرچیں منہ میں رکھ لو! اس سے یہ تکلیف جاتی رہے گی۔ بہر حال خدا کے فضل کی بات ہے کہ یہ بلا ہمارے مدرسے سے رخصت ہونے کو ہے بلکہ ہو چکی ہے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 12-8-3)

سب سے پسندیدہ

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ صاحبزادہ حضرت میاں طاہر احمد صاحب کا ایک عجیب واقعہ میں تا زیست نہ بھولوں گا۔

1939 کی بات ہے جبکہ حضرت مصلح موعودؓ دھرم شالہ میں قیام پذیر تھے اور جناب عبدالرحیم نیّر صاحبؓ بطور پرائیویٹ سیکریٹری حضورؓ کے ہمراہ تھے۔ ایک دن نیّر صاحب نے اپنے خاص لب و لہجے کے ساتھ کہا کہ میاں طاہر احمد آپ نے یہ بات بہت اچھی لکھی ہے بتایئے میں آپ کو کیا انعام دوں میرا دل بہت خوش ہوا ہے۔ بتائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے۔ تو اس بچے نے جس کی عمر اس وقت ساڑھے دس سال تھی برجستہ کہا **اللّٰہ**! نیّر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا نیّر صاحب اگر طاقت ہے تو اب میاں صاحب کی پسندیدہ چیز انہیں دیجیے مگر آپ کیا دیں گے؟ اس چیز کے لینے کے لئے تو خود آپ ان کے والد کے قدموں میں بیٹھتے ہیں۔

(کتاب ''قندیلیں'' بحوالہ تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت ام طاہر صفحہ 123)

اخبار احمدیہ

اخبار احمدیہ میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیئے ہمیں اپنی تجاویز اور تبصروں سے ضرور نوازیں جبکہ اسے حالاتِ حاضرہ اور جماعتی خبروں سے مزین کرنے کے لیئے اپنی مقامی جماعتی مصروفیات اور پروگراموں پر مشتمل رپورٹیں ہمیں باقاعدہ بھجواتے رہیں۔

ہر خیر طلب کرنے اور شر سے بچنے کی ایک جامع دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم. وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ. وَ عَلَيْكَ الْبَلَاغُ. (ترمذی)

ترجمہ:

اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر و بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی اور ہم تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی۔ تُو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ پس تیرے تک دعا کا پہنچانا لازم ہے۔

''زندہ نبی وہی ہو سکتا ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ کیلئے جاری ہوں''

(حضرت مسیح موعودؑ، ملفوظات جلد ۴، صفحہ ۶۲۹)

اطاعت کی اہمیت و برکات

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنے ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی نہ عذر اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے امامِ وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرے گا۔''

(صحیح مسلم کتاب الامارہ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین حدیث نمبر: ۳۴۴۱)

شرائطِ بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃو السلام نے 12جنوری 1889ء میں ایک اشتہار بعنوان ”تکمیلِ تبلیغ“ شائع فرمایا جس میں وہ دس شرائط بیعت جو جماعت میں مشہور و معلوم ہیں اوراب ہر بیعت فارم پر چھپی ہوئی ہوتی ہیں، تحریر فرمائیں اور وہ یہ ہیں۔

اوّل:

بیعت کنندہ سچے دل سے عہداس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:

یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہرایک فسق وفجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:

یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:

یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:

یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسُر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اُس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:

یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:

یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:

یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:

یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:

یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔